شرارتی



گُلِ نوخیز اختر

خبردار!

کمزور دل کے حضرات اس کتاب کو ضرور پڑھیں

گل نوخیز اختر کے شرارتی قلم کی شوخ و چنچل شریر تحریریں...... جو آپ کے ہونٹوں پر مسکراہٹیں بکھیرتی چلی جائیں گی

شرارتی

مصنف : گل نوخیز اختر

یہ کتاب

استادِ محترم

عطاء الحق قاسمی کے نام

جو لفظوں میں رنگینیاں بھر دیتے ہیں

فہرست

فہرست

فہرست

اس کتاب کو پڑھنے کا طریقہ

یہ کوئی عام کتاب نہیں لہذا اسے کسی خاص طریقے سے پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ تاہم آپ کی سہولت کے لیے اس کو پڑھنے کا طریقہ درج ہے کیونکہ شرح میں کیا شرم!!!

☆☆☆

1) سب سے پہلے چیک کریں کہ کوئی آپ کو دیکھ تو نہیں رہا......
2) پھر چیک کریں کہ آپ کسی کو دیکھ تو نہیں رہے......
3) کمرے کی کنڈی "کس" کے لگا دیں......
4) پہلا صفحہ کھولیں......اور زور زور سے سانس لیں......
5) دوسرا صفحہ کھولیں اور سانس بند کر لیں......
6) یہی عمل دہرائیں......
7) کتاب ختم ہونے پر کوئی میٹھی چیز بچوں میں تقسیم کریں......

☆☆☆

نوٹ

اس کتاب کا کوئی بھی صفحہ کہیں بھی نقل کیا جا سکتا ہے۔ مصنف کو لفٹ کرانے کی ضرورت نہیں۔

گڈ مارننگ

مجھے مزاح لکھنے میں مزا آتا ہے...... اس لیے کہ ہنسی میری سب سے بڑی کمزوری ہے..... مزاح پر یہ تیسری کتاب دینے سے پہلے مجھے ایک عجیب سا خوف لاحق ہو گیا تھا۔ مجھے لگ رہا تھا جیسے مزاح لکھ لکھ کر میں خود بھی کوئی چھوٹا موٹا کارٹون بنتا جا رہا ہوں..... قارئین کی فرمائش تھی کہ میں احباب کے لیے زیادہ سے زیادہ خاکے لکھوں..... یہ بالکل ایسے ہی ہے کہ میں زیادہ سے زیادہ گولیاں کھاؤں اور مسلسل کھاتا جاؤں۔ میرا بڑا جی چاہتا ہے کہ میں فخر سے بتاؤں کہ میں نے فلاں کا خاکہ لکھا جو ہٹ ہو گیا...... لیکن ڈرتا ہوں کہ میڈم نور جہاں والا حساب نہ ہو جائے۔ ایک فلمی تقریب میں ملکہ ترنم نور جہاں بڑے فخر سے بتا رہی تھیں کہ جب میرا پہلا بیٹا پیدا ہونے والا تھا تو میں نے فلاں گانا گایا جو ہٹ ہو گیا...... جب میرا دوسرا بیٹا پیدا ہونے والا تھا تو میں نے فلاں گانا گایا جو ہٹ ہو گیا..... جب میری بیٹی پیدا ہونے والی تھی تو میں نے فلاں گانا گایا...... وہ بھی ہٹ ہو گیا!!! قریب ہی منور ظریف بیٹھا تھا...... فوراً کہنے لگے...... "میڈم جی! آپ نے کبھی خالی پیٹ نہیں گایا......؟"

☆☆☆

یہ کتاب القریش پبلشرز کے علی قریشی شائع کر رہے ہیں۔ علی قریشی بڑے دلچسپ انسان ہیں۔ خاموش بیٹھے ہوں تو لگتا ہے اعتکاف میں بیٹھے ہیں...... ہنس رہے ہوں تو لگتا ہے تھیٹر میں بیٹھے ہیں...... اور غصے میں ہوں تو لگتا ہے گھر بیٹھے ہیں۔ اس سے پہلے وہ میرا ناول "طلسم" بھی شائع کرنے کا ارتکاب کر چکے ہیں۔ اب کی بار انہوں نے "شرارتی" پر ہاتھ ڈال دیا۔ حالانکہ مومن ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا۔

چونکہ اس کتاب کے تمام کالم انٹرنیٹ کی ویب سائٹ www.urdupoint.com پر بھی موجود ہیں، اس لیے دنیا بھر میں پھیلے ان احباب کا بھی شکریہ جنہوں نے ہزاروں کے حساب سے ای میل بھیج کر مجھے باور کرایا کہ میں کچھ لکھ سکتا ہوں۔ اس ضمن میں علی چوہدری (ایڈیٹر اردو پوائنٹ) کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ اگر میں نے ان کا شکریہ ادا نہ کیا تو مجھ پر امجد اسلام امجد چھوڑ سکتے ہیں۔

نیاز صوفی، لیاقت علی، وصی شاہ، شفیق رحمان، شاہد نذیر چوہدری، تنویر شاہ، سلمان باتف اور اعظم خاں جیسے مزاح شناسوں کا بھی شکریہ جنہوں نے چھنٹے میں میری مدد کی۔

نوخیز

30-07-2002

چوہدری صاحب

شاہد نذیر چوہدری کا شمار میرے ان دوستوں میں ہوتا ہے جنہیں میں بڑی عزت سے بے عزت کرتا ہوں۔ چوہدری صاحب سے میری دوستی کو لگ بھگ آٹھ سال سے زیادہ ہو چکے ہیں، اللہ بخشے، اس وقت میں اور چوہدری صاحب...... دونوں کنوارے ہوا کرتے تھے۔

چوہدری صاحب بچپن میں بہت خوبصورت ہوا کرتے تھے۔ اتنے زیادہ کہ پٹھان ان کی چارپائی مفت بن دیا کرتے تھے۔ خوبصورت تو وہ اب بھی ہیں، لیکن اب وہ دوسروں کی چارپائیاں بننے کے چکر میں رہتے ہیں۔ چوہدری صاحب کا دعویٰ ہے کہ ان کا دل بہت بڑا ہے، تاہم ڈاکٹر انہیں آگاہ کر چکے ہیں کہ ایسا صرف بیماری کی وجہ سے ہے۔ چوہدری صاحب کو مصالحے والی چیزیں پسند نہیں...... لیکن "مصالحے والی چیزوں" کو چوہدری صاحب بہت پسند کرتے ہیں۔ کسی چوہدری کا صحافی ہونا ایسے ہی ہے جیسے کوئی بٹ مولوی بن جائے۔ لیکن میں حیران ہوں کہ چوہدری صاحب صحافت میں بھی چوہدراہٹ برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ بہت کم لوگوں کو پتا ہوگا کہ نوائے وقت میں بیٹھ کر بھی وہ بہت سے فیصلے کرتے ہیں۔ مثلاً پچھلے دنوں انہوں نے فیصلہ کیا کہ آئندہ سے وہ ادھار چائے نہیں پیا کریں گے...... صبح جلدی اٹھنے کا فیصلہ بھی انہوں نے نوائے وقت ہی میں بیٹھ کر کیا تھا۔

اردو بولنے میں بھی چوہدری صاحب کا کوئی ثانی نہیں...... اگر آپ نے اردو کو پھانسی چڑھتے دیکھنا ہو تو دو منٹ کے لیے چوہدری صاحب سے اردو سن لیجئے۔ مجھے پورا یقین ہے کہ اگر چوہدری صاحب کی اردو یونہی رہی تو ایک نہ ایک دن انہیں اردو سائنس بورڈ کا چیئرمین بنا دیا جائے گا۔ چوہدری صاحب کا رنگ ان کے خون کی طرح سفید ہے۔ اتنے چٹے ہیں کہ عمران نقوی صاحب کے پاس کھڑے ہوں تو "جموں...... کشمیر" یاد آ جاتا ہے۔ غذا کے معاملے میں چوہدری صاحب کی پسند بہت محدود ہے...... انہیں کھانے والی سبزیاں بالکل پسند نہیں......!!!

چوہدری صاحب بہت اچھے حکیم بھی ہیں، انہیں بہت سی بیماریوں کا علاج زبانی یاد ہے۔ میں نے ایک دفعہ پوچھا کہ خارش کا کیا علاج ہے؟ اطمینان سے بولے...... "جس جگہ خارش ہو رہی ہو اسے خوب کھجایا جائے"۔

قارئین!

چوہدری صاحب لڑکیوں کی طرح "پہلی ملاقات" میں نہیں کھلتے...... بلکہ آہستہ آہستہ ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر آپ چوہدری صاحب کو دریافت کرنا چاہتے ہیں تو ان سے کم از کم 5 ملاقاتیں ضرور کریں۔ پہلی ملاقات میں یہ آپ کو سید نظر آئیں گے...... دوسری ملاقات میں شیخوں جیسا برتاؤ کریں گے...... تیسری ملاقات میں بٹ بننے کی کوشش کریں گے...... چوتھی ملاقات میں گجر بن جائیں گے...... اور...... پانچویں ملاقات میں آپ پر جگتیں لگائیں گے...... میز پر طبلہ بجا کر آپ کو نئے راگوں سے روشناس کرائیں گے...... چائے پلانے کی آفر کریں گے...... اور باہر جا کر نہایت

رازداری سے سمجھائیں گے کہ ڈھول سے زیادہ ڈھول بجانا مشکل ہے۔ چوہدری صاحب کے شب و روز کی مصروفیات کچھ اس طرح سے ہیں:

صبح سویرے 5 بجے اٹھ کر گاڑی پر کپڑ ا مارنا...... 6 بجے گاڑی کو سرف سے دھونا...... 7 بجے گاڑی پر پالش کرنا...... 8 بجے گاڑی کے ٹائر صاف کرنا...... 9 بجے گاڑی کا تیل پانی چیک کرنا اور...... 10 بجے گاڑی پر کپڑا ڈال کر موٹر سائیکل پر بیٹھ کر دفتر آجانا...... دفتر آتے ہی ایک کپ چائے منگوانا اور دو کپ بنا کر پینا...... گھڑی کی طرف دیکھنا اور بے چینی سے لنچ بریک کا انتظار کرنا...... اس دوران بار بار گھر فون کر کے بیگم سے پوچھنا کہ "گاڑی ٹھیک ہے ناں"...... دفتر میں چھ سات فیچر چھانٹ کر انہیں "سات آٹھ" بنانا...... ہر 10 منٹ کے بعد 15 منٹ کے لیے ہاتھ روم جانا...... بلکہ یوں کہیے کہ ہر 15 منٹ کے بعد 10 منٹ کے لیے دفتر آنا...... لنچ کے بعد پہلے تو تھ پیسٹ کرنا...... پھر کاپی پیسٹ کرنا...... چیئر سے بار بار الجھنا اور اسے باور کروانا کہ وہ کبھی چیف ایڈیٹر نہیں بن سکتا...... کمپوزر کو ڈانٹنا کہ اس کے غلطیاں نہ کرنے کی وجہ سے پروف ریڈر کی نوکری خطرے میں پڑی ہوئی ہے...... ہیلمٹ پہن کر علی سفیان آفاقی کے کمرے میں جانا اور واپسی پر دیوار سے ٹکرا جانا...... دفتر میں مکمل سنجیدگی کے ساتھ لطیفے سنانا اور نہ ہنسنے والے سے دوستی ختم کر لینا...... شام کو سامان سمیٹ کر پینٹ کی زپ چیک کرنا...... دفتر سے باہر نکلتے وقت اطمینان کرنا کہ کہیں سارا کام ختم تو نہیں ہو گیا...... سٹینڈ سے اپنی موٹر سائیکل نکالنا...... ساتھ والی موٹر سائیکل کا کپڑا نکال کر اپنی موٹر سائیکل صاف کرنا...... ہیلمٹ کا فیتا چیک کرنا...... ایک زوردار قہقہہ لگانا اور سخت غصے کے عالم میں گھر کی طرف روانہ ہو جانا۔ رات کو سونے سے پہلے کا اللہ کا شکر ادا کرنا اور گل نوخیز اختر کی "ارجنٹ موت" کی دعا کرتے ہوئے سو جانا۔

☆☆☆

تبدیلیٔ تصویر

اس کتاب کے ٹائٹل پر میں نے اپنی تصویر بدل دی ہے کیونکہ پرانی تصویر کے بارے میں بہت سے شکوک و شبہات پیدا ہو گئے تھے مثلاً

1۔ تصویر میں ایسے لگتا ہے جیسے میں اپنا منہ ناپ رہا ہوں۔

2۔ تصویر کو دیکھ کر پرانی فلموں کے وہ ہیرو یاد آ جاتے ہیں جن کی شادی نہیں ہو پاتی۔

3۔ تصویر ایسی ہے جیسے بیٹھا نہیں بٹھایا گیا ہوں۔

4۔ تصویر ہر لحاظ سے بکواس ہے۔

5۔ تصویر کم از کم 33 سال پرانی ہے۔

تو جناب! جیسا منہ ویسی تصویر، میں تو ایسے ایسے فوٹوگرافرز کو جانتا ہوں جو اس کمال کے ساتھ تصویر کھینچتے ہیں کہ اندر کے سارے عیب چہرے پر نمایاں ہو جاتے ہیں۔ میرے ایک دوست کو تصویر کھنچوانے کا بہت شوق ہے ہر تصویر پر اس کا دعویٰ ہوتا ہے کہ یہ تصویر ایک یادگار ثابت ہوگی۔ حیرت کی بات ہے کہ ہر دفعہ ہی اس کا کہا سچ ثابت ہو جاتا ہے۔ میاں صاحب کہتے ہیں کہ تصویر کھینچنے اور بنوانے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ ٹھیک ہی کہتے ہیں۔ میرا دوست اکثر شادی بیاہ کے موقعوں پر اپنے کیمرے سے یوں پوز بنا بنا کر تصویریں کھینچتا ہے گویا ذرا سا بھی زاویہ غلط ہوا تو اس کی نیک نامی متاثر ہو جائے گی۔ میں نے تو اکثر اس کا سٹائل دیکھ کر کہا ہے کہ تصویریں زاویہ بنا کر کھینچا کرو نشانہ لے کر نہیں۔ چونکہ خود مجھے بھی فوٹوگرافی کا شوق ہے اس لیے میں نے آج تک کبھی تصویر نہیں اتاری۔ اپنے اسی تجربے کی بنا پر میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ خواتین کی تصویر اتارنا سب سے مشکل کام ہوتا ہے۔ جس طرح ہر مرد کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ تصویر میں وہی نظر آئے جو وہ ہے اسی طرح خواتین کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ ہرگز ایسی نظر نہ آئیں جیسی وہ ہیں۔ بوڑھی عورتیں تصویر بناتے وقت کیمرے کی طرف یوں گھور کر دیکھتی ہیں جیسے ابھی ہاتھ مار کر اندر سے پاندان برآمد کر لیں گی۔ بابے تصویر اترواتے وقت یوں خوفزدہ ہو جاتے ہیں جیسے کیمرہ کی بجائے توپ کے سامنے بیٹھے ہوں۔ لڑکیاں تصویر اترواتے وقت ہمیشہ گردن ٹیڑھی رکھتی ہیں تاکہ فوٹوگرافر اسے ٹھیک کرے۔ نوجوان ایسے تصویر اترواتے ہیں جیسے کوٹ اور ٹائی ان کی اپنی ہے۔ میں نے ایک فوٹوگرافر سے پوچھا کہ بھائی کیا تم نے کبھی اپنی تصویر بھی اتاری؟

کہنے لگا ”میں نے تو نہیں لوگوں نے شور شرابا کر کے اتاری تھی“۔

”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ میں نے دکان میں اپنی تصویر لگا رکھی تھی۔ پبلک نے احتجاج کر کے اتار دی“۔

معروف چینی کہاوت ہے کہ ایک تصویر ایک لاکھ الفاظ پر بھاری ہوتی ہے۔ واقعی یہ بات سچ لگتی ہے کیونکہ میں نے اکثر ایسی بڑی بڑی تصاویر بھی دیکھی ہیں جن کا وزن آکسفورڈ ڈکشنری سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ میں اپنی تازہ تصویر دیتے ہوئے خوفزدہ سا ہو رہا ہوں کہ یہ "بے وزنی" سی تصویر بھی کہیں جگتوں کا شکار نہ ہو جائے۔ اب آپ کچھ بھی کہیں۔ آپ کو یہی تصویر برداشت کرنا پڑے گی کیونکہ میں فوٹوگرافر کا مزید نقصان برداشت نہیں کر سکتا سمجھے آپ!

☆☆☆

میرے بچپن کے دن

بچپن کی باتیں سب بیان کرتے ہیں اور فخر کرتے ہیں لیکن یقین کریں کہ مجھے اپنا بچپن بہت بکواس لگتا ہے۔ بچپن کی اس سے زیادہ خرابی اور کیا ہو سکتی ہے کہ جس لڑکی کو آپ پسند کرتے ہوں وہ آپ کو گود میں اٹھا کر پوچھے "منے تمہارے بڑے بھائی گھر کب آتے ہیں؟"...... میرا بچپن مجھے اس لیے بھی اچھا نہیں لگتا کہ ان دنوں ہر دو منٹ بعد مجھے کپڑے بدلنا پڑتے تھے۔ عید پر جو کپڑا بچ جاتا، اس سے میرا سوٹ سل جاتا۔ بچپن کا یہ نقصان کیا کم ہے کہ آپ اپنی مرضی سے نہا بھی نہیں سکتے۔ میرا بچپن مجھے بالکل بالکل بھی اچھا نہیں لگتا۔ مجھے یاد ہے بچپن میں جب میں محلے والی مسجد کے مولوی صاحب سے سیپارہ پڑھنے جاتا تھا تو ایک آٹھ سال کی "جوان" لڑکی مجھے روزانہ کھڑکی میں سے دیکھ کر ہنسا کرتی تھی۔ مجھے اس کا ہنسنا بہت اچھا لگتا تھا، لہذا میں بہت کم چھٹی کرتا۔ اگرچہ میں اس کے قریب سے گزرتے ہوئے لاپرواہی اختیار کر لیتا تھا لیکن کن انکھیوں سے اسی کی طرف دیکھ رہا ہوتا تھا...... وہ برابر مسکرائے جاتی...... ایک روز میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے اس کے ساتھ ایک اور "جوان" لڑکی دیکھی۔ وہ بھی میری طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ چھ سات دنوں میں لڑکیوں کی تعداد 12 ہو گئی۔ مت پوچھئے کہ یہ "ایک درجن" مسکراہٹیں میرے لیے کیا حیثیت اختیار کر گئیں۔ مجھے یقین ہو گیا کہ میں "بڑا" ہو گیا ہوں اور جب میں نے ایک روز ان ایک درجن دوشیزاؤں کے جھرمٹ میں چند "باقاعدہ" لڑکوں کو بھی مسکراتے دیکھا...... اس روز مجھ پر کھلا کہ بڑے بھائی کی جو پینٹ مجھے مناسب قطع و برید کے بعد عرصہ دو ماہ سے پہنائی جا رہی ہے...... اس کی زپ محترمہ آب "پابند سلاسل" نہیں رہی۔

☆☆☆

بچپن کی صرف ایک بات مجھے اچھی لگتی ہے کہ اس وقت کبھی مجھے بازو پر انجکشن نہیں لگتا تھا...... لوگ کہتے ہیں کہ بچپن کبھی واپس نہیں آتا...... غلط کہتے ہیں...... آتا ہے...... لیکن بچپن (55) کے روپ میں۔

بچپن میں سکول کی مار کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ بچہ سکول جانے لگتا ہے...... جب میں سکول میں پڑھتا تھا تو اتنا نکما ہوتا تھا کہ اگر کبھی غلطی سے ہوم ورک مکمل بھی کر کے چلا جاتا تو ماسٹر جی عادتاً چھ سات ڈنڈے لگا دیا کرتے تھے۔ تختی لکھنے کا بہت شوق تھا۔ تختی پر "گاچی" لگا کر سارے بچے دھوپ میں کھڑے ہو کر کورس کی شکل میں تختیاں لہرا لہرا کر گاتے تھے......

"گاچی نی گاچی میری تختی سکھا دے"

"گاچی" سوکھ جاتی تو ماسٹر صاحب قلم دوات پکڑنے کا حکم دیتے اور پہلا آرڈر یہی ہوتا "بسم اللہ لکھو!"...... ماسٹر صاحب خوشخطی کے بہت مداح تھے لہذا اگر کسی کی "بسم اللہ" خوشخط نہ ہوتی تو "بسم اللہ" کہتے ہوئے اسے میز پر "جہاز" بنا لیتے۔

قارئین سائیں! بچپن اتنا بھی اچھا نہیں ہوتا جتنا لوگوں نے مشہور کر رکھا ہے۔ میں چونکہ گھر میں سب سے چھوٹا تھا اس لیے بڑے بھائیوں کی تنقیدی نشست مجھ ہی سے شروع ہوتی۔ بڑے بھائیوں کا رویہ تو ایسا ہوتا کہ بعض اوقات مجھے لگتا کہ وہ میرے سگے بھائی نہیں بلکہ میں "سنگ بھائی" ہوں۔ ابا جی کی مار کا تو جواب نہیں...... طبیعت کی پاکیزگی کا اندازہ لگائیے کہ ہمیشہ باوضو ہو کر میری ٹھکائی کیا کرتے تھے...... حالانکہ انھیں بعد میں وضو کرنا چاہیے تھا۔

اب بتائیے...... بچپن کیسے اچھا ہو گیا...... میں تو کہتا ہوں کہ نہ بچپن اچھا...... نہ جوانی...... اگر اچھا ہے تو صرف بڑھاپا...... جب آپ ضد بھی کریں تو کوئی آپ پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت نہیں کرتا...... آپ لاکھ گلاس توڑیں، گند پھیلائیں...... زیادہ سے زیادہ کوئی طعنہ ہی مار دے گا ناں...... اسکی خیر ہے...... بندہ ڈھیٹ ہونا چاہیے۔

☆☆☆

سا......دولا شاہ

گورا رنگ، درمیانہ قد...... یہ ہیں سعد اللہ شاہ۔ بحث میں اپنا جواب نہیں رکھتے، آپ بے شک ان سے متفق بھی ہو جائیں، یہ بحث کے ذریعے آپ کو غلط ثابت کر دیں گے۔ سعد اللہ کا شمار ہمارے ان شعراء میں ہوتا ہے جو شاعری بھی کرتے ہیں۔ شاہ جی اتنا زیادہ لکھ چکے ہیں کہ اب تو ان کے پاس جگہ بھی کم پڑ گئی ہے، اس لیے فوری طور پر جو چیز میسر ہو اس پر لکھ دیتے ہیں۔ شاعری کا اتنا شوق ہے کہ بیسیوں کتابیں شائع کرا لیں۔ زندہ دل بندے ہیں، یہ اور بات ہے کہ "میں" کے معاملے میں منیر نیازی سے بھی دو ہاتھ آگے ہیں۔ جس دن نوائے وقت میں شاہ جی کا کالم شائع ہوتا ہے، قیامت آ جاتی ہے (شاہ جی پر) اس وقت شہرت کے آٹھویں آسمان پر ہیں۔ اتنے مشہور ہیں کہ رنگیلے کے سامنے بھی جائیں تو وہ بھی فوراً انہیں پہچان کر گلے لگا لیتا ہے۔ شاہ جی ہمیشہ دوسروں کو چھوٹا ثابت کرنے کے چکر میں رہتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک معروف شاعر نے کہا کہ میری عمر تیس سال ہے۔ شاہ جی فوراً بولے "میں پینتیس کا ہوں"۔

شاعر نے کہا "میں چالیس کا ہوں"۔

شاہ جی بولے "میں پچاس کا ہوں"۔

یہ تکرار بڑھتی گئی، سنا ہے بڑی مشکل سے انہیں روکا گیا ورنہ وہ ڈیڑھ سو کراس کرنے والے تھے۔ سعد اللہ شاہ کو دوسری کتابوں سے غلطیاں نکالنے کا بھی بہت شوق ہے۔ ایک دفعہ غالب کی ایک کتاب کو غلط قرار دے دیا۔ وجہ پوچھی گئی تو بولے "اس کا ٹائٹل اور بائنڈنگ دونوں بکواس ہیں"۔

چونکہ شاہ ہیں اس لیے جگتیں لگانے میں بھی ثانی نہیں رکھتے۔ پبلشر بھی ہیں، چاہتے تو ہزاروں کما سکتے تھے لیکن انہوں نے لاکھوں کمائے۔ ایک بچے نے اپنے استاد سے پوچھا کہ "ماسٹر جی! کیا بچے قوم کا سرمایہ ہوتے ہیں؟"

ماسٹر جی نے سر ہلایا "ہاں ہاں...... بالکل"۔

بچے نے معصومیت سے پوچھا "تو پھر حکومت اس سرمائے میں اضافے سے کیوں پریشان ہے"۔

سعد اللہ شاہ کی کتابیں بھی ہمارے لیے سرمایہ ہیں، یہ اور بات ہے کہ اکثر شاعر ادیب اس سرمائے میں اضافے سے پریشان ہیں۔

شاہ جی خوش مزاج ہیں۔ اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ خاموش بھی بیٹھے ہوں تو لگتا ہے ہنس رہے ہیں۔ کچھ شاعر ایسے ہوتے ہیں جن کی کتابیں لوگ پڑھ کر خریدتے ہیں۔ کچھ ایسے ہوتے ہیں جن کی کتابیں خرید کر پڑھی جاتی ہیں۔ شاہ جی کا شمار موخر الذکر میں ہوتا ہے۔ اس وقت شاعروں ادیبوں کی یہ حالت ہے کہ پچاس فیصد لوگ مقام کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں اور پچاس فیصد مکان کے لیے۔ ایسے میں

صرف سعد اللہ شاہ ہی ایسے شاعر ہیں جو مکان اور مقام دونوں کے لیے جدو جہد کر رہے ہیں۔ نوائے وقت میں ان کا کالم چھپنے کے بعد ہر مسئلہ چٹکیوں میں حل ہو جاتا ہے جیسے کہ انہوں نے ٹی ہاؤس کے مسئلے پر ادیبوں کی حمایت میں کالم لکھا، دو دن بعد ٹی ہاؤس بند ہو گیا۔ شاہ جی کو اکثر لوگ پیر مانتے ہیں۔ میں نے کئی بار غور سے انہیں دیکھا۔ خدا گواہ ہے مجھے وہ پیر کم اور ملنگ زیادہ لگتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ میں بھی ان کے مریدین میں شامل ہوں۔ میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ جب میں بڑا ہو جاؤں گا تو سعد اللہ شاہ کی کتاب پر بیعت کر لوں گا کیونکہ شاہ جی کی کتابیں ہاٹ کیک کی طرح بکتی ہیں۔ شاہ جی کی تو تصویر بھی باکمال ہوتی ہے۔ دور سے علامہ اقبال اور قریب سے سائیں اختر کی پھوپھی لگتے ہیں۔

شاہ جی علم عروض کے بھی ماہر ہیں اور اتنے زیادہ کہ فاعلاتن فاعلاتن کی مدد سے بتا سکتے ہیں کہ سیلاب کب آئے گا۔ دم بھی کرتے ہیں حالانکہ میں نے کئی بار انہیں منع کیا ہے کہ دم نہ کیا کریں دم کا کیا اعتبار "دم آوے نہ آوے"۔

میرے کئی دوستوں کا خیال تھا کہ مجھے سعد اللہ شاہ کو اپنے کالم میں نہیں لکھنا چاہیے۔ میں نے کہا کہ ہر بندہ انہیں لکھتا ہے، میں حق دوستی ادا کرتا چلوں تو کیا مضائقہ؟؟؟

اللہ کرے شاہ جی اسی طرح ہمارے درمیان ہنستے مسکراتے رہیں اور نئے شعراء ان کی کتابیں پڑھ پڑھ کر شاعری سیکھیں تا کہ نثر نگاروں کی تعداد میں اضافہ ہو۔ ادب کے حق میں اس سے بہتر دعا اور کیا کروں؟

☆☆☆

''اطہر......نا......سک''

دنیا میں کئی قسم کے انسان پائے جاتے ہیں لیکن اطہر ناسک یقیناً ایک ہی ہے۔ میں جب بھی اطہر ناسک کو دیکھتا ہوں، مجھے غیب سے آواز آتی ہے...... ''اے گل نوخیز اس شخص پر خاک کہ لکھ''...... لیکن میں سر جھٹک دیتا ہوں کیونکہ مجھے پتا ہے یہ آواز اطہر ناسک ہی کی ہوتی ہے۔ آج مجھے اطہر ناسک پر کچھ لکھنے کا خیال اس لیے بھی آیا کہ میں نے پوچھا ''ناسک صاحب! آپ نے یہ جو سفید رنگ کے ''پورے بازوؤں'' والے بوٹ پہن رکھے ہیں کیا یہ آپ کو بہت پسند ہیں، میں کافی عرصے سے انہیں آپ کے پاؤں میں دیکھ رہا ہوں''۔

ناسک صاحب پہلے سنجیدہ ہوئے پھر پراسرار لہجے میں بولے ''تمہیں معلوم ہے کہ یہ بوٹ اس وقت صرف دو بندوں کے پاس ہیں، پاکستان میں میرے پاس اور انڈیا میں متھن چکروتی کے پاس''۔

میں نے سر ہلا کر کہا'' آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ تاریخی شواہد کے مطابق یہ پوری دنیا میں صرف ایک ہی جوڑا تھا جو متھن کے پاس تھا اور وہ کافی عرصہ پہلے چوری ہو چکا ہے''۔

''اوہ......'' ناسک صاحب پہلے چونکے...... پھر مزید چونکے...... ''تمہارا مطلب ہے کہ میں چوری کے جوتے پہنتا ہوں''۔

''لاحول ولاقوۃ...... آپ ایسا کیسے کر سکتے ہیں، آپ تو سمجھ ہی نہیں جاتے''۔

اطہر ناسک خوش ہو گئے اور ارد گرد بیٹھے ہوئے ہم سب بھی...... جن لوگوں نے اطہر ناسک کو نہیں دیکھا ان کو بتا تا چلوں کہ اطہر ناسک کا قد اپنے کندھے جتنا ہے، رنگ ایسا کہ سفید جوتے پہنے ہوئے ہوں، اور کوئی پوچھ لے کہ جوتے کس کے ساتھ میچ کیے ہیں تو بتانا پڑتا ہے...... ''دانتوں کے ساتھ''...... لباس کے معاملے میں بڑے خوش ذوق ہیں، میں نے کئی دفعہ انہیں دھلے ہوئے کپڑے پہنے دیکھا ہے، موٹے موٹے شیشوں والی عینک لگائی ہو تو اور بھی مدبر دکھائی دیتے ہیں، چونکہ یہ عینک ان کا ایک دوست کوئٹہ سے لایا تھا اس لیے وہ اسے ''دور کی عینک'' کہتے ہیں۔ اطہر ناسک کا کہنا ہے کہ پنجابی فلموں کے بے شمار مقبول عام گیت انہوں نے لکھے ہیں لیکن معاشی پریشانی کی وجہ سے چونکہ وہ ڈائریکٹر سے پیسے لے چکے تھے اس لیے اپنا نام ظاہر نہیں کیا غالباً اب ڈائریکٹر نے ان سے پیسے واپس لے لیے ہیں اسی لیے وہ سر عام یہ راز فاش کرتے پھرتے ہیں۔ چونکہ بیدل حیدری کے شاگرد ہیں اس لیے ہر کتاب کے بارے میں یہی کہتے نظر آئیں گے ''اس کا کچھ حصہ میں نے لکھا ہے'' میں تو اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ ''اللہ کا کلام'' اطہر ناسک کی پیدائش سے بہت پہلے نازل ہو گیا تھا۔

اطہر ناسک کو صحافت کرنے کا جنون کی حد تک شوق ہے۔ جہاں موقع ملتا ہے صحافت کر دیتے ہیں۔ ٹی ہاؤس، مینار پاکستان، شالیمار ایکسپریس اور ہوائی جہاز میں بھی صحافت کر چکے ہیں۔ ان کا ریکارڈ ہے کہ انہوں نے لاہور سے پشاور تک کے سفر میں بیس دفعہ صحافت کی...... جگہ جگہ

صحافت کرتے دیکھ کر لوگوں نے انہیں صحافی کہنا شروع کر دیا ہے۔ جن دنوں ناسک صاحب "روزنامہ حکومت" نکالتے تھے میں ایک دن ان کے "چوبارے" پر گیا تو فرمانے لگے کہ رات سے بہت پریشان ہوں۔ میں نے وجہ پوچھی تو کہنے لگے "رات کو میاں صاحب (اس وقت کے وزیر اعظم میاں نواز شریف) یکدم دفتر آ گئے، میرے تو ہاتھ پاؤں ہی پھول گئے کہ میں رات کے اس پہر ان کی کیا مہمان نوازی کروں...... لیکن انہوں نے صرف اتنا کہا...... ناسک صاحب! ہم آپ کے خادم ہیں، ہم پر ذرا نظر کرم کیا کریں اور ہاتھ ہولا رکھا کریں"۔

ناسک صاحب کی بات سن کر میں نے متعلقہ تاریخ کے اخبارات نکلوائے تو پتہ چلا کہ نواز شریف ان دنوں چین کے دورے پر تھے۔

بقول اطہر ناسک، دنیا کی ہر اہم بیماری انہیں ایک دفعہ ضرور لگی ہے۔ ایک دفعہ خاصے پریشان نظر آئے...... سبب پوچھا تو کہنے لگے "کافی دنوں سے ہیضہ ہے، سمجھ ہی نہیں آ رہی کہ یہ کس قسم کا ہیضہ ہے، آرام ہی نہیں آ رہا"۔

میں نے کہا "جناب! لگتا ہے آپ کو "ہیضہ من فضل ربی" ہو گیا ہے"۔

گھر بدلنے میں بھی موصوف کوئی ثانی نہیں رکھتے، لاہور کے ہر "محلے" میں رہ چکے ہیں۔ ایک دفعہ شکوہ کرنے لگے کہ تمہارا اخبار مجھے نہیں مل رہا۔ میں نے عرض کیا کہ میں تو باقاعدگی سے پوسٹ کرتا ہوں۔

یکدم چونکے...... "اوہو...... بھئی یاد آیا...... میں نے وہ گھر تبدیل کر لیا ہے...... تم یقیناً پرانے ایڈریس پر اخبار بھیجتے رہے ہو"۔

"یقیناً ایسا ہی ہے...... آپ مجھے نئے گھر کا ایڈریس دے دیجئے، میں اخبار وہاں بھیج دیا کروں گا" میں نے کہا۔

یہ سنتے ہی ناسک صاحب گڑبڑا گئے...... "نن...... نہیں...... نہیں...... میں تمہیں نئے گھر کا ایڈریس نہیں دے سکتا"۔

"لیکن کیوں؟"...... میں نے حیرت سے پوچھا۔

"بس یار...... گلی کا نام بڑا واہیات ہے"...... انہوں نے بات گول کرنے کی کوشش کی...... میں نے زیادہ زور دیا تو بادل نخواستہ بولے "یار! گلی کا نام ہے...... "گلی کتوں والی......"

میں نے بے اختیار پوچھا...... "یہ نام پہلے ہی تھا یا آپ کے شفٹ ہونے کے بعد پڑا ہے؟"

اس واقعے کو آٹھ ماہ ہو چکے ہیں، اور اطہر ناسک نے مجھ سے دعا سلام ترک کر رکھی ہے۔ امید ہے اگلے ماہ تک آپ کوئی "خوشخبری" سن سکیں گے۔

☆☆☆

مجھے ڈاکو بننا ہے!!!

بی بی سی نے اپنی ایک رپورٹ میں بتایا ہے کہ سندھ میں بااثر ڈاکوؤں کی فرمائش پر نہ صرف تھانے بند کر دیے جاتے ہیں بلکہ ایس ایس پی کا بھی تبادلہ کر دیا جاتا ہے۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ ڈاکوؤں نے ایک بندے کی رہائی کے عوض اپنی مرضی کا تھانیدار بھی تعینات کروایا۔ ڈاکوؤں سے مجھے بہت محبت ہے۔ میری بچپن سے خواہش تھی کہ میں بڑا ہو کر ڈاکو بنوں لیکن کبھی پتا نہ چل سکا کہ ڈاکو بننے کے لیے مجھے سائنس رکھنی چاہیے یا آرٹس۔ بعد میں پتا چلا کہ ڈاکو بننے کے لیے بندوق رکھنا پڑتی ہے۔ میں بندوق کیا رکھتا۔ میں تو کسی کا دل نہیں رکھ سکتا۔ یوں ایک معمولی سے اسلحے کی وجہ سے میری خواہش پوری نہ ہوگی۔ تاہم ڈاکوؤں سے میری محبت تا حال قائم ہے۔ یہ ڈاکو لوگ بڑی حریدار چیز ہوتے ہیں۔ یہ ڈاکے بھی اسی لیے مارتے ہیں کیونکہ یہ ڈاکو ہوتے ہیں۔ سندھ میں ڈاکوؤں نے اپنی مرضی کا تھانیدار لگوا کر ثابت کر دیا ہے کہ وہ اپنے محکمے میں کسی غیر کی آمد برداشت نہیں کر سکتے۔ حکومت کا فرض بنتا ہے کہ وہ ڈاکوؤں کے حقوق کا تحفظ کرے اور آئندہ انتخابات میں اسمبلیوں میں بھی ان کی نمائندگی کا بندوبست کرے۔ ویسے تو ہر دور میں ان کے نمائندوں سے اسمبلیاں بھری رہی ہیں لیکن یہ کام علی الاعلان ہو تو کیا بات ہے۔ میرا تو خیال ہے کہ یونیورسٹیوں کو بھی ایم بی اے (ماسٹر آف بے کار آرٹ) کی بجائے ایم ڈی اے (ماسٹر آف ڈاکو آرٹ) کی ڈگریاں جاری کرنی چاہئیں۔ لیکن ڈاکوؤں کو ڈگری کی کیا ضرورت۔ ان پر تو پہلے ہی کئی "ڈگریاں" ہوتی ہیں۔ جس طرح ڈاکوؤں نے فرمائش کر کے اپنا بندہ لگوایا ہے، گورنمنٹ کو بھی چاہیے کہ وہ بھی ڈاکوؤں سے ضد کر کے اپنا بندہ ان کے ہاں لگوائیں۔ اگرچہ میری مصروفیات بہت زیادہ ہیں تاہم ملک و قوم کی خاطر میں یہ کڑوا گھونٹ پینے کو تیار ہوں، اسی بہانے میری بچپن کی خواہش بھی پوری ہو جائے گی لیکن یاد رہے کہ بندوق تا حال مجھے چلانی نہیں آتی۔ مجھے تو یہ بھی نہیں پتا کہ بندوق میں گولی ڈلتی ہے یا "گالی" ......اور پھر میری تو مونچھیں بھی نہیں، کلین شیو ڈاکو کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ وہ ڈاکا بھی مار رہا ہو تو لگتا ہے جھوٹ مار رہا ہے۔ پھر بھی میں اپنی سی کوشش کروں گا کہ "خوفناک" نظر آؤں ورنہ میری تو شکل اور نام ایسا ہے کہ کئی دفعہ جہیز فنڈ کے لیے نامزد ہوتے ہوتے بچا ہوں۔ میں ایک سابقہ کلین شیو ڈاکو کو جانتا ہوں، موصوف جہاں ڈاکا مارنے جاتے تھے وہاں سے انہیں رشتے آنے شروع ہو جاتے تھے۔

مجھے یقین ہے کہ یہ کالم اگر ڈاکوؤں کی نظر سے گزرا تو وہ مجھ سے ضرور رابطہ کریں گے۔ میں ڈاکوؤں کو یہ بھی یقین دلاتا ہوں کہ اگر دوران ڈاکا، میرے ہاتھ ہیرے لگ گئے تو میں ان میں کوئی "ہیرا پھیری" نہیں کروں گا۔ لیکن مجھے اس بات کی گارنٹی ملنی چاہیے کہ ڈاکو بننے کے بعد مجھے "منّی بھائی" جیسا پروٹوکول دے گی۔ ڈاکو بننے کے بعد میری کوئی خاص ڈیمانڈ بھی نہیں ہوگی، یہ ڈاکوؤں کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ مجھے جس تھانے میں مرضی تعینات کروا دیں۔ میں تو اتنا فرمانبردار ڈاکو ثابت ہوں گا کہ وزیٹنگ کارڈ بھی اپنی جیب سے چھپواؤں گا۔ اگرچہ میرے ڈاکو بننے کا یہ پہلا موقع ہو گا لیکن...... میں اپنی محنت سے ثابت کروں گا کہ میں ترقی کر کے ایم این اے بھی بن سکتا ہوں۔ میاں صاحب کہتے ہوئے ہیں کہ ایم این

اے کا مطلب ہے "ممبر آف نالائق اسمبلی" ......لیکن میں یہ خیال بھی ثابت کروں گا اور میری طفیناتی کے بعد لوگ ایم این اے کو بھی جی این اے (گل نوخیز اختر) پڑھا کریں گے۔

قارئین جی! مجھے پتا ہے کہ کئی لوگوں کا دل میری طرح اس پوسٹ پر آنے کے لیے تڑپ رہا ہے۔ اس ملک کی بہت بڑی بدقسمتی ہے کہ یہاں حکمران اور لٹیرے دونوں ہی اپنی کرسی چھوڑنے پر تیار نہیں ہوتے۔ نہ ہمیں اختیار کی طاقت دی جاتی ہے نہ انتشار کی......نہ کرسی دیتے ہیں، نہ حق دیتے ہیں، نہ بندوق...... معاشی حالات اس سطح پر پہنچ چکے ہیں کہ لوگ کوئی بھی نفع نقصان دیکھ کر چلاتے ہیں، جیسا کہ ایک شیخ صاحب کے گھر ڈاکو گھس آیا...... شیخ صاحب کی آنکھ کھل گئی، انہوں نے فوری طور پر تکیے کے نیچے سے ریوالور نکال کر ڈاکو پر تان لیا اور چلائے...... ہینڈز اپ...... ورنہ گولی ماردوں گا۔

ڈاکو نے جلدی سے ہاتھ اوپر اٹھا دیے اور آہستہ سے بولا...... شیخ صاحب! یہ ریوالور کتنے کا لیا تھا؟

شیخ صاحب حیرت سے بولے "دو ہزار کا"۔

ڈاکو نے پوچھا "تین ہزار کا مجھے دے دیں"۔

"منظور ہے" شیخ صاحب نے یہ سنتے ہی ریوالور اس کی طرف اچھال دیا۔

لہٰذا...... جناب قارئین!...... ہم لوگوں کے پاس اچھالنے کے لیے ریوالور تو نہیں...... ذہن ہے، تعلیم ہے...... سو اچھال دیتے ہیں...... اب اور کوئی چارہ بھی تو نہیں۔

☆☆☆

ہماری اور ان کی جنگی تیاریاں

ایک بھارتی فوجی افسر نے دوران معائنہ ایک رنگروٹ سے پوچھا...... "تم وہی ہو ناں جس نے کل رات شکایت کی تھی کہ تمہارے سوپ کے پیالے میں مٹی پڑی ہوئی ہے؟"

رنگروٹ نے فوراً کہا...... "یس سر!"

افسر کڑک کر بولا...... "تم دھرتی ماں کی حفاظت پر مامور ہو...... کھانے کی شکایت کیوں کرتے ہو؟"

رنگروٹ نے اطمینان سے ہوتے ہوئے کہا...... "سر!...... میں دھرتی ماں کی حفاظت کرتا ہوں...... اسے کھا کیسے سکتا ہوں"۔

بھارتی فوجی آج کل اپنی دھرتی ماں کی حفاظت کے لیے "دھرتی باپ" کو آنکھیں دکھا رہے ہیں...... بھارتی حکومت نے عسکری دانشوروں سے تجاویز مانگی ہیں کہ فوج کو مزید کیسے طاقتور بنایا جاسکتا ہے...... میں اس سلسلے میں واجپائی کو مشورہ دوں گا کہ بھارتی فوج کو طاقت حاصل کرنے کے لیے "حکیم جگرانوی" سے رابطہ کرنا چاہیے...... سنا ہے حکیم صاحب 7 گھنٹوں میں طاقت ور بنا دیتے ہیں۔ میاں صاحب مجھ سے متفق نہیں، وہ کہتے ہیں کہ حکیم صاحب تو صرف پٹھوں کی کمزوری کا علاج کرتے ہیں...... میں نے کہا، جو شخص پٹھوں کی کمزوری کا علاج کرسکتا ہے، وہ "الو کے پٹھوں" کی کمزوری کا علاج بھی کرلے گا۔

☆☆☆

آج کل سرحدوں پر جو صورتحال ہے اسے مدنظر رکھتے ہوئے ہر شخص چوکنا ہے۔ اماں جیراں نے بھی اپنی "جنگی تیاریاں" مکمل کرلی ہیں۔ اس نے فیصلہ کیا ہے کہ اگر دشمن دائیں طرف سے حملہ کرے گا تو وہ فوراً دروازے کے پیچھے چھپ جائے گی اور جیسے ہی دشمن اندر داخل ہوگا...... اماں جیراں اس کی "پڑپڑی" پر چاولوں والا بڑا "کڑچھا" مار کر اس کے "کھنے" سیک دے گی۔ اماں جیراں مجھ سے بار بار فرمائش کرچکی ہے کہ اسے بارڈر پر لے جایا جائے۔ میں نے پوچھا "اماں...... وہاں جا کر کیا کرو گی؟"

نہایت رازداری سے بولی...... "میں روح افزا میں جلاب ڈال کر بھارتی فوجیوں کو پلا دوں گی"۔

اماں کا منصوبہ سن کر میرے ہوش اڑ گئے...... میں نے چشم تصور سے دیکھا کہ اماں نے واقعی یہ کارنامہ سرانجام دے دیا ہے اور بھارتی عوام اپنی فوج کے لیے دھڑا دھڑ "مچھیاں" بھجوا رہے ہیں۔ اماں جیراں کا یہ پروگرام بھی ہے کہ اگر اس کا یہ پہلا اٹیمپٹ ہٹ ہوگیا تو دوسرے مرحلے میں وہ بھارتی فوجیوں کے لوٹوں میں تیزاب ڈال آئے گی...... آفرین ہے اماں کی جنگی حکمت عملی پر۔ ویسے تو میں بھی بارڈر پر جا کر لڑنا چاہتا ہوں لیکن ڈرتا ہوں کہ کہیں غلطی سے اماں کے "ظلم" کا شکار ہوگیا تو میرا کیا بنے گا۔ میں تو دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہا ہوں کہ لوگ جنگ کے ذکر پر کتنے بے تاب

ہو جاتے ہیں۔لاہورئیے تو اتنے جوش وخروش سے جنگ کا ذکر کرتے ہیں جیسے یہ بھی بسنت کی طرح کا کوئی تہوار ہو۔خود میاں صاحب کئی بار مجھ سے پوچھ چکے ہیں کہ ”کیا جنگ دیکھنے کا پاس بنوا دو گے؟“

ادھر بھارت میں یہ حال ہے کہ جوں جوں جنگی تیاریاں زور پکڑتی جارہی ہیں، لوگوں کا خون خشک ہوتا جارہا ہے۔وہ لوگ جو دھوتیاں باندھتے ہیں ان کا سب سے برا حال ہے کیونکہ اکثر کے پاس ایک ہی دھوتی ہے.....اب وہ بار بار کہاں اسے سکھاتے پھریں۔انڈیا سے آنے والی ایک خبر میں بتایا گیا ہے کہ جنگ کے خوف کی وجہ سے لوگوں نے اپنا ساز وسامان بیچ کر نہ صرف دور دراز کے علاقوں میں جانا شروع کر دیا ہے بلکہ گیس ماسک بھی خریدنے شروع کر دیے ہیں۔بقول شاعر

بات کرتے ہیں جنگ کی لیکن
خون کے نام سے لرزتے ہیں

باقی رہی بات بھارتی فوج کی تو اس کا اندازہ اس سے لگائیے!

تین بھارتی فوجی افسر ایک ٹرین میں سفر کر رہے تھے،اسی ڈبے میں ایک بزنس مین بھی سفر کر رہا تھا۔سفر لمبا تھا۔راستے میں باتیں شروع ہو گئیں۔ایک افسر کہنے لگا.....میری 1960ء میں شادی ہوئی تھی، میرے تین بچے ہیں اور تینوں ڈاکٹر ہیں.....دوسرا افسر کہنے لگا میری 1965ء میں شادی ہوئی تھی، میرے دو بیٹے ہیں اور دونوں ہی پائلٹ ہیں.....تیسرا افسر کہنے لگا کہ میری 1970ء میں شادی ہوئی تھی، میرے چار بیٹے ہیں اور چاروں ہی انجینئر ہیں، بزنس مین خاموش بیٹھا تھا۔فوجی افسروں نے اسے بھی شریک گفتگو ہونے کی دعوت دی۔بزنس مین ایک آہ بھر کر بولا.....”ابھی میری شادی تو نہیں ہوئی لیکن میرے تین بیٹے ہیں اور تینوں فوج میں ہیں“۔

☆☆☆

شاعرہ......کی......رن

مبارک ہو، فاخرہ بتول کی بہن کرن رباب بھی شاعرہ نکلی۔ انکشاف کسی چھاپے کے دوران نہیں بلکہ کرن کی کتاب آنے کے بعد ہوا ہے۔ اس لڑکی پر مجھے پہلے ہی شاعرہ شاعرہ ہی ہونے کا شک تھا کیونکہ یہ جو گر پہنتی تھی۔ سیانے کہتے ہیں لڑکی اگر جوگر پہن لے تو لڑکوں کو زرہ بہن لینی چاہیے۔

بہر حال میں حیران ہوں کہ یہ شاعرہ 1955ء کی کھدائی میں کیوں نہ ملی۔ کتاب دیکھ کر ایک رعب تو اس کی شاعری کا پڑتا ہے، دوسرا اس کی تعلیم کا۔ جناتی مخلوق نے پہلے اردو میں ایم اے کیا، پھر بی ایڈ، پھر ڈی پی ایس اور اب یا ایم فل کی ریسرچ سکالر ہے۔ اس کی کتاب میں، میں نے کچھ ایسے شعر پڑھے ہیں جو اس کی شخصیت کے بالکل الٹ ہیں، یقین نہیں آتا کہ یہ ہنسنے ہنسانے، کھلکھلانے والی لڑکی اندر سے ساغر صدیقی ہو سکتی ہے۔ میں نے کرن کی کتاب اس لیے بھی غور سے پڑھی کہ اس سے پہلے میں نے اسے صرف ایک نٹ کھٹ لڑکی کے روپ میں دیکھا تھا۔

کرن رباب بے شک اب عینک نہ بھی لگائے پھر بھی لوگ اسے شاعرہ ہی کہیں گے۔ درحقیقت ایسے لوگ ہی شاعر ہوتے ہیں جنہیں خود پر اختیار ہوتا ہے وہ منافق ہوتے ہیں۔ مجھے ان لوگوں سے شدید محبت ہے جو کھلکھلا کر ہنستے ہیں اور زارو قطار روتے ہیں۔ مجھے کرن کی کتاب سے تازہ لیموں کی خوشبو آئی جو دل کا ہر میل صاف کر دیتا ہے "ہرا......کام میں کھرا"۔

ہمارے ملک میں شاعرات اتنی زیادہ ہو گئی ہیں کہ شاعروں کے ناپید ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ اکثریت کے سر پر کسی نہ کسی کا دست شفقت ہے لیکن امید ہے کہ کرن اس معاملے میں بھی آزاد ہے کیونکہ مجھے اس کی شاعری میں "مونچھیں" نظر نہیں آئیں۔ اپنی کتاب میں اس نے جو دیباچہ لکھا ہے اسے پڑھ کر میں کرسی سے نیچے جا گرا، ڈیڑھ منٹ بعد اٹھا، غور سے سارا صفحہ دوبارہ پڑھا اور تسلیم کیا کہ یہ وہی کرن رباب نقوی ہے جس نے کبھی ماضی سے شکست نہیں کھائی۔ اتنی پڑھی لکھی ہونے کے باوجود اس میں ان پڑھوں والی کوئی بات نہیں۔ میں نے آج سے لگ بھگ ایک برس پہلے فون پر اس کی غزل سنی تھی۔ فون پر غزل سننے کا بڑا فائدہ ہوتا ہے۔ بندہ تاثرات چھپا لیتا ہے۔ دفتر میں مجھے اکثر غزلیں فون پر ہی موصول ہوتی ہیں۔ ہمارے ملک کی ایک بڑی اچھی شاعرہ ہیں، نام نہیں لوں گا، ان سے میں نے درخواست کی کہ خدا کے لیے اپنا فون ٹھیک کروا لیجیے میں جب بھی فون کرتا ہوں میرا سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ وہ چونک کر بولیں...... "کیوں؟"

میں نے کہا "نمبر ملاتے ہی آواز آتی ہے" آپ کو مطلوبہ سہولت مہیا نہیں کی گئی"۔

جی جناب......کرن رباب نقوی کے شوق تو میں نے آپ کو بتائے نہیں......اسے انڈے بہت پسند ہیں، مرغی کے......دودھ بہت پسند ہے......گائے کا......شاعری بہت پسند ہے......اپنی......!!!

پس ثابت ہوا کہ وہ ایک بڑی شاعرہ ہے۔ تو بھئی کرن رباب نقوی......شاعری تو تم نے کر لی، خدا کے واسطے اب شاعرنہ کر لینا......کہیں ایسا نہ ہو کہ ہر سال کتابیں ہی آتی جائیں۔

☆☆☆

نرسیں ہوں تو ایسی

بھارتی وزیراعظم، جن کے گھٹنے کا آپریشن ہوا تھا، انہیں خوش رکھنے کے لیے ممبئی کے اسپتال کی نرسوں نے خصوصی طور پر گانے اور رقص کا اہتمام کیا۔اس ''جذباتی علاج'' میں بریچ ہسپتال کی 27 نرسوں نے حصہ لیا۔میاں صاحب کو یہ طریقہ علاج بہت پسند آیا ہے حالانکہ میں نے انہیں خبردار کیا ہے کہ یہ طریقہ علاج ایلوپیتھک علاج کی طرح سے ہوتا ہے، یعنی اصل بیماری کا آرام آ بھی جائے تو ''سائیڈ افیکٹ'' بہت برے ہوتے ہیں۔نرسیں مریض کی صحت کی بحالی صحت میں اہم کردار ادا کرتی ہیں، لیکن چونکہ انہیں مردوں میں رہ کر کام کرنا ہوتا ہے اس لیے عقل مندوں نے ان کا نام ہی ''مسٹر'' رکھ دیا ہے۔میں نے اپنے ایک دوست سے، جو مقامی ہسپتال میں کام کرتا ہے، پوچھا...... شادی کب کر رہے ہو......؟''

شرما کر بولا......''بس جی ایک سسٹر سے بات چل رہی ہے!!!''

واجپائی شکر ادا کریں کہ ابھی تک ان کی شادی نہیں ہوئی ورنہ ان کے کمرے میں 27 تو کیا، ایک بھی نرس نظر نہ آتی۔رقص کے شوقین واجپائی کا گھٹنا بھی ''تماشبین'' لگتا ہے جو فٹافٹ ٹھیک ہونے لگا ہے۔میں شرط لگا کر کہہ سکتا ہوں کہ اگر دوبارہ نرسوں والی تجویز دی جائے تو واجپائی اپنا دوسرا گھٹنا توڑنے پر بھی آمادہ ہو جائیں گے۔میاں صاحب کل سے بضد ہیں کہ ان کے گھٹنے میں بھی درد ہو رہی ہے، اس کا آپریشن کرایا جائے۔میں نے انہیں تفصیلاً سمجھایا کہ آپ جس چکر میں آپریشن کروانا چاہ رہے ہیں اس کے نتیجے میں کہیں آپ کو اپنی آنکھوں سے بھی ہاتھ نہ دھونے پڑ جائیں، کیونکہ گورنمنٹ کے جس ہسپتال میں میاں صاحب داخل ہونے کے خواہش مند ہیں وہاں اکثر نرسوں کو دیکھ کر مرحوم نصرت فتح علی خان یاد آ جاتے ہیں۔میری اس بات کے جواب میں میاں صاحب کہنے لگے......''تو پھر مجھے پرائیویٹ ہسپتال میں داخل کرا دیا جائے''۔

میں نے کہا......''جناب! پرائیویٹ ہسپتالوں کی فیس کا اندازہ اس بات سے لگا لیجئے کہ وہاں کی نرسوں نے بھی پانچ پانچ تولے سونے کی زنجیر پہن رکھی ہوتی ہے''۔

میاں صاحب سر ہلا کر بولے......''کوئی بات نہیں......''رقص زنجیر پہن کر بھی کیا جاتا ہے......''

بھارتی حکومت نے جن نرسوں کو واجپائی کے دل بہلاوے کے لیے بھیجا تھا وہ بھی آپس میں ہنس رہی ہوں گی کہ کس ''کدو'' کو خوش کر کے آئی ہیں۔رقص نرسوں کا ہو یا موت کا......واجپائی کا دل پسند مشغلہ ہے۔میں نے میاں صاحب سے پوچھا کہ گھٹنے کے علاج میں رقص کا کیا جواز؟

اطمینان سے بولے......''اصل میں ہسپتال انتظامیہ واجپائی کو جوش دلانا چاہ رہی تھی کہ وہ بھی نرسوں کے ساتھ اٹھ کر ناچنا شروع کر دیں''۔

ممکن ہے واقعی ایسا ہی ہو......لیکن اس کے لیے نرسوں کی کیا ضرورت ہے، بھارتی حکومت اسامہ بن لادن سے ایک فون کروا دیتی......

مجھے یقین ہے اسامہ کی ایک کال، واجپائی کو نگی کا ناچ نچا دیتی۔بھارتی حکومت تیار رہے کہ اب عنقریب واجپائی کا دوسرا گھٹنا بھی خراب ہو جائے گا

اور کوئی بعید نہیں کہ اس "رقصانہ علاج" کے بعد بھارت کی ہر اہم شخصیت کا گھٹنا جواب دینا شروع کر دے۔ اصل میں بڑے لوگوں کو جوڑوں کا درد اس لیے بھی لاحق ہو جاتا ہے کہ وہ پیدل چلنا بھول جاتے ہیں۔ میرے ساتھ اکثر صبح کے وقت لارنس گارڈن میں سیر کرتے ہوئے عبداللہ ملک صاحب بھی مل جاتے ہیں۔ عبداللہ صاحب پاکستان کے ایک بہت بڑے کاروباری ادارے کے مالک ہیں، ایک دن کہنے لگے کہ میں نے اپنے ماکر سے کہا......"تم صبح کی سیر کیوں نہیں کرتے؟"

جواب میں کہنے لگا......"صاحب جی! صبح کی سیر اس لیے کی جاتی ہے تاکہ جسم کے جوڑ حرکت میں رہیں۔ آپ نے سارا دن آرام وہ کرسی پر بیٹھنا ہوتا ہے، اس لیے صبح کی سیر آپ کے لیے ضروری ہے......ہم جیسے لوگ تو سارا دن ہی ورزش کرتے ہیں، صبح کی ورزش ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی"۔

عبداللہ صاحب بالکل ٹھیک کہتے ہیں......لیکن واجپائی کو کون سمجھائے......میں تو واجپائی کے منہ ہی نہیں لگنا چاہتا......خدا گواہ ہے، ہمارا ایسا وزیر اعظم ہوتا تو ہم بیچ کر قلفیاں کھا جاتے۔ جس شخص کو سوائے دھمکیاں دینے اور کشمیریوں کا قلع قمع کرنے کے اور کوئی کام ہی نہ ہو، اس کے دل بہلاوے کے لیے ترس نہیں، چوکی سے بینا سونک کے "ہیجڑوں" کو بلانا چاہیے......یہ ہیجڑے ماشاءاللہ اتنے صحت مند ہوتے ہیں کہ اکثر لوگ انہیں احتراماً "پاوا انجمن" کہتے ہیں۔ ان کے علاج سے نہ صرف واجپائی کا گھٹنا ٹھیک ہو جائے گا بلکہ عقل بھی ٹھکانے آجائے گی۔

میاں صاحب کا کہنا ہے کہ واجپائی کے گھٹنے پر اگر ایٹم بم مارا جائے تو گھٹنا ٹھیک ہو سکتا ہے۔ میں نے کہا......واجپائی جیسے ہندو کے گھٹنے پر ایٹم بم مارنے سے گھٹنا ٹھیک ہو نہ ہو......ایٹم بم ضرور گندا ہو جائے گا......اس لیے کوشش کرنی چاہیے کہ جس طرح بھارتی حکومت گھٹنوں کے بل رینگ رہی ہے اسی طرح بھارتی وزیر اعظم کو بھی رینگنے کی عادت ڈالی جائے......ویسے بھی سانپ رینگتے ہوئے ہی اچھے لگتے ہیں۔

☆☆☆

ہمیں امریکہ پسند نہیں

قارئین یہ سن کر حیران ہوں گے کہ آج کے دور میں بھی بے شمار ایسے لوگ ہیں جنہیں امریکہ سے زیادہ پاکستان پسند ہے۔ میں نے ایسے لوگوں کی ایک فہرست ترتیب دی ہے۔ میرا خیال ہے انہیں امریکہ درج ذیل وجوہات کی بنا پر پسند نہیں۔

بے نظیر

اس لئے کہ امریکہ میں پاکستان نہیں ہے۔

نواز شریف

اس لئے کہ وہ لوگ جہاز میں چارپائی نہیں رکھنے دیتے۔

امجد اسلام امجد

اس لئے کہ وہاں اردو سائنس بورڈ نہیں۔

قتیل شفائی

اس لئے کہ وہاں پیسوں کی ملتی ہے۔

عباس تابش

اس لئے کہ وہاں پشاور نہیں۔

فاخرہ بتول

اس لئے کہ وہاں انگلش بولی جاتی ہے۔

سعد اللہ شاہ

اس لئے کہ وہاں "دولے شاہ" کے چوہے نہیں ہوتے۔

وصی شاہ

اس لئے کہ امریکی لڑکیاں "کنگن" نہیں پہنتیں۔

نوشی گیلانی

اس لئے کہ وہاں عباس تابش بھی آتا جاتا ہے۔

فرحت شاہ عباس

اس لئے کہ صدر بش نے مجھے طلیپ نہیں لکھ کر دیا۔

جنرل پرویز مشرف

اس لئے کہ وہاں جمہوریت ہے۔

معین قریشی

اس لئے کہ امریکہ میں اکثریت عقلمندوں کی ہے۔

آصف زرداری

اس لئے کہ وہاں میری حکومت نہیں۔

انعام الحق جاوید

اس لئے کہ مزاحیہ شاعری سمجھ نہ آنے کے باوجود لوگ ہنستے ہیں۔

احمد فراز

اس لئے کہ وہاں انگریزی کے مشاعرے نہیں ہوتے۔

☆☆☆

جنجال پورہ

اس روز اتوار تھا...... میں جمعہ کی نماز پڑھ کر باہر نکلا تو مسجد کے دروازے پر ہی بٹ صاحب نے مجھے گھیر لیا۔

''مبارک ہو...... مبارک ہو......'' وہ مجھے دیکھتے ہی چلائے اور بغل گیر ہو گئے۔

''خیر مبارک......لیکن آخر ہوا کیا؟'' میں نے غیر محسوسانہ طریقے سے بٹ صاحب کے پیٹ اور اپنی پسلیوں میں فاصلہ پیدا کرتے ہوئے کہا۔

''ہونا کیا ہے......تم ''فیملی پلاننگ'' کے محکمے میں سلیکٹ کر لئے گئے ہو'' انہوں نے دھما کہ کیا۔

''واقعی......؟'' میرے دیدے پھیل گئے۔ مجھے تو ایک فیصد بھی چانس نہیں تھا کہ مجھے نوکری مل سکتی ہے۔''لل......لیکن بٹ صاحب یہ ہوا کیسے؟'' میں نے خوشی سے بھرپور آواز میں پوچھا۔

''یہ تو مجھے پتہ نہیں البتہ ابھی ابھی ڈاکیا اپوائنمنٹ لیٹر دے کر گیا ہے''۔

میں بھاگم بھاگ گھر پہنچا تو میری پہلی اور آخری بیوی بڑی حیرت سے اپوائنمنٹ لیٹر کو گھور رہی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی بولی ''مجھے آج تک سمجھ نہیں آئی کہ یہ ''فیملی پلاننگ'' کا محکمہ آخر کام کیا کرتا ہے''۔

''بیگم سمجھنے کی کوشش کیا کرو......کام تو لوگ ہی کرتے ہیں۔فیملی پلاننگ والے تو صرف مشورے دیتے ہیں یا دوائیاں''۔

''تو کیا اب تم بھی یہی کام کرو گے؟'' اس نے ترچھی نظروں سے مجھے دیکھا۔

''ظاہری بات ہے'' میں نے کندھے اچکائے۔

''کیا تمہیں پتا ہے کہ بچے کیسے کم پیدا کئے جا سکتے ہیں؟'' اس نے مجھے گھورا۔

''نن......نہیں......یہ تو......یہ تو اب محکمے والے ہی بتائیں گے ناں۔ بیگم! یقین کرو یہ بڑا اچھا محکمہ ہے۔ کام بھی زیادہ نہیں ہوتا۔ گورنمنٹ کی نوکری ہے۔خدا کا شکر کرو کہ سلیکشن ہو گئی۔ میں نے اپوائنمنٹ لیٹر اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا۔

☆☆☆

مجھے اگلے روز چارج سنبھالنا تھا۔ میں صبح ٹھیک نو بجے تیار ہو کر دفتر جا پہنچا۔ مجھے میرا کمرہ دکھا دیا گیا اور یہ بھی بتا دیا گیا کہ میرا کام آنے والے عوام کو ''فیملی پلاننگ'' کے لئے بہتر سے بہتر مشورے دینا ہے۔

میرا سارا دن بے کار گزرا......اگلا دن بھی کوئی خاص نہیں گیا بلکہ یوں کہیے کہ پہلے چار دن بہت بور گزرے۔ اصل رونق تو پانچویں دن

سے شروع ہوئی۔

☆☆☆

"السلام علیکم" آواز آئی۔

میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو دروازے میں سے ایک نیم شادی شدہ جوڑا اندر داخل ہو رہا تھا۔لڑکی نے نقاب کیا ہوا تھا جبکہ خاوند بڑا شرمندہ شرمندہ نظر آ رہا تھا۔

میں نے بڑے اخلاق سے کہا" آیئے آیئے.....تشریف لایئے"۔

دونوں جھجکتے ہوئے میری میز کے سامنے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"فرمایئے!......"

"وہ......وہ جی......ہم......میاں بیوی ہیں" خاوند نے اٹکتے ہوئے کہا۔

"تو اس میں میرا کیا قصور ہے......ہم......میرا مطلب ہے کہ اس میں شرمندہ ہونے والی کیا بات ہے۔یہ تو بڑی اچھی بات ہے" میں نے جلدی سے زبان پر کنٹرول کیا۔

"اصل میں......ہم......ہم اس لئے آئے تھے کہ......وہ......وقفہ......دے سکیں" اس نے شرماتے ہوئے بات مکمل کی۔

"وقفہ......؟ کون سا وقفہ......کھانے کا یا نماز کا؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"اوہ نہیں جی......کھانے کا وقفہ نہیں......وہ......اصل میں......ذرا بات کو سمجھنے کی کوشش کریں نا" اس نے کن اکھیوں سے بیوی کی طرف دیکھا جو نقاب کے اندر دانت نکال رہی تھی۔

میں نے کچھ دیر اس کی بات پر غور کیا اور پھر یکدم اچھل پڑا"اوہ......میں سمجھ گیا......تو آپ فیملی پلاننگ کے سلسلے میں تشریف لائے ہیں"۔

"ہاں جی بالکل......بالکل......آپ بالکل درست سمجھے......اللہ آپ کا بھلا کرے۔اب جلدی سے ہمیں کوئی مشورہ دیجئے" اس نے خوش ہو کر کہا۔

"مشورہ"......میں زیر لب بڑبڑایا اور کچھ سوچنے لگا۔اچانک میرے دماغ میں کوئی خیال آیا اور میری آنکھیں چمکنے لگیں۔"آ گیا"......

"کون جی؟"......وہ گھبرا گیا۔

"مشورہ"......میں نے میز پر مکہ مارا۔

"اچھا جی......کیا؟"

"آپ ایسا کریں کہ فوری طور پر اپنی بیگم کو طلاق دے دیں" میں نے اطمینان سے کہا۔

"کیا......؟" اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا......بیگم بھی کرسی پر پہلو بدلنے لگی۔

''جی ہاں.....طلاق'' میں نے دوبارہ کہا۔

''لیکن جناب یہ نہیں ہوسکتا میں تو کمیٹی ڈال چکا ہوں'' اس نے بے چارگی سے کہا اور میرے ماتھے پر بل پڑ گئے۔میں نے اپنا سر پکڑ لیا۔

''اگر معاملہ یہ ہے تو یہاں کیا لینے آئے ہو.....جاؤ اور انارکلی سے جا کر نیل اور چوسنیاں خریدو'' میں نے غصے سے کہا۔

''لیکن جناب!.....''

''اٹھو جاؤ جاہل انسان.....اور دوبارہ اس وقت آنا جب کمیٹی ڈالنے کا ارادہ ہو''۔

اتنے میں اس کی بیگم غصے سے کھڑی ہوگئی۔''بڑے بے شرم ہیں آپ'' اس نے تلملا کر کہا۔

''بے شرم'' مجھے آگ سی لگ گئی.....''میں کیا آپ کے گھر میں جھاتیاں مارتا ہوں؟.....آپ نے مجھے بے شرم کہا کیسے.....ایک تو مفت مشورہ لیتے ہیں اور اوپر سے بے شرمی کے طعنے.....''

''چلو بیگم'' خاوند نے میرا موڈ دیکھ کر اٹھتے ہوئے کہا۔''اس سے اچھے مشورے تو تمہاری دادی ہی دے دیتی ہے''۔

میرا خون کھول رہا تھا۔وہ مجھے بے عزت کر گئے تھے۔میں نے پوری قوت سے بیل پر ہاتھ مارا''خیر دین''۔

''جی صاحب.....'' وہ گھبرا کر سامنے آ کھڑا ہوا۔

''جاؤ ایک ٹھنڈی بوتل لے کر آؤ.....''۔

''سر جی پیسے دے دیں.....''

''ابے میں سرنڈا نہیں مانگ رہا.....وہ والی بوتل مانگ رہا ہوں جو فریج میں سادہ پانی سے بھر کر رکھی جاتی ہے.....''

''لیکن سر جی یہاں تو فریج ہی نہیں'' اس نے دانت نکالے۔

''اوہ میرے خدایا.....'' میں نے سر میز پر پٹخ دیا۔

☆☆☆

اگلے روز صبح ہی صبح دو کیس آ گئے۔دونوں ہی مرد تھے۔پہلے ایک میرے پاس آیا۔

میں نے اس کا جائزہ لیا.....''آپ کا نام؟''

''منیر بٹ''.....اس نے سینہ تان کر کہا۔

''بٹ.....!'' میں نے حیرت سے اس کے کالے سیاہ چہرے کی طرف دیکھا۔مجھے یقین ہو گیا کہ وہ دو نمبر بٹ ہے.....تائیوان کا بنا ہوا.....''

''فرمایئے کیا خدمت کروں؟''

''جناب مجھے دوائی چاہیے تاکہ میں بھی سکھی رہ سکوں''۔

''دوائی!......'' میں نے زور دے کر کہا...... ''اگر بچپن اچھا گزارتے تو آج اس طرح دوائی مانگنے کی ضرورت پیش نہ آتی...... جاؤ اللہ سے دعا کرو اور دودھ میں چھوہارے ڈال کر کھاؤ''۔

''ابے کیا بک رہا ہے......'' وہ بھڑک اٹھا۔

''تمیز سے بات کرو......'' میں نے احتیاطاً پیپر ویٹ اٹھا کر دراز میں ڈال دیا۔

شور سن کر ایک سینئر افسر کمرے کی طرف آ نکلا۔ ''یہ کیا ہو رہا ہے؟''

''صاحب بہادر! یہ آپ نے کیا حکیم بٹھایا ہوا ہے جو عجیب عجیب مشورے دے رہا ہے''۔

میں جلدی سے بولا...... ''سر انہوں نے خود ہی پوچھا تھا کہ انہیں سکھی رہنے کے لئے کوئی دوائی چاہیے......''

افسر نے مجھے گھورا...... ''یہ وہ دوائی نہیں بلکہ ''فیملی پلاننگ'' والی دوائی مانگ رہے ہیں۔

''اوہ...... اچھا اچھا...... سس...... سوری سر...... آپ بیٹھئے جناب''۔ میں نے کالے سے معذرت کی۔ افسر تو مجھے گھورتا ہوا چلا گیا البتہ کالا پھر بیٹھ گیا۔ میں نے کچھ دیر سانس بحال کیا...... پھر کالے سے پوچھا...... ''پہلے تو یہ بتایئے کہ آپ کی کوئی اولاد ہے؟''

''جی ہاں ماشاء اللہ بیس بچے ہیں!......''

اس نے بڑے آرام سے کہا اور میری آنکھیں پھیل گئیں۔

''بیس بچے...... اپنے ہی ہیں؟''

''کیا کیا......؟''

''مم...... میرا مطلب ہے کہ اپنے ہی ہوئے ناں...... ہمسائیوں کے شامل کر کے تو نہیں بتا رہے''۔

''ابے کیا بکتا ہے......؟''

''کک...... کوئی بات نہیں جناب...... آپ ایسا کیا کریں کہ بیگم اور بچوں سمیت ایک ہی کمرے میں سویا کریں لیکن کوشش کریں کہ ٹیوب لائٹ رات کو بھی جلتی رہے۔

''اس سے کیا ہوگا......'' وہ حیرت سے بولا۔

''ارے واہ......'' میں نے فخر سے سر بلند کیا...... ''اس ترکیب پر عمل کر کے دیکھئے ساری زندگی آپ کے چاہنے کے باوجود فیملی نہیں بڑھے گی''۔

''اچھا...... ویسے بات تو دل کو لگتی ہے...... کوئی گولی شولی تو نہیں کھانی پڑے گی؟'' اس نے احتیاطاً پوچھا۔

''سوال ہی پیدا نہیں ہوتا!'' میں نے اسے تسلی دی۔ ''آپ بے فکر ہو جائیں...... آپ کے پاس تو پہلے ہی موثر ترین بیس گولیاں موجود ہیں''۔

اس نے چند لمحے میری بات پر غور کیا۔ جب کچھ سمجھ نہ آیا تو سر ہلاتا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا...... لیکن اچانک پھر واپس پلٹا......'' اور

اگر اس کے باوجود بھی کچھ ہو گیا تو؟"

"آپ مطمئن رہیں۔ یہ بڑا مجرب نسخہ ہے، ہر غیرت مند شخص اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے"۔

"بڑی مہربانی جناب......" اس نے سلام کیا اور واپس ہو گیا۔

اتنی دیر میں دوسرا شخص اٹھ کر میرے پاس آ چکا تھا۔ اس نے بڑے پراسرار انداز میں ادھر ادھر دیکھا پھر تھوڑا سا آگے ہوا اور مجھے کان قریب لانے کا اشارہ کیا میں آگے جھک گیا۔

"میرے گھر ڈاکا ہوا ہے......" اس نے بڑے سنسنی خیز لہجے میں آہستہ سے کہا۔

"تم نے رپورٹ درج کروائی؟" میں نے بھی آہستہ سے پوچھا۔

پہلے تو بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی لیکن جب پونے تین منٹ اس نے میرے جواب پر غور کیا تو آہستہ آہستہ اس کی مونچھیں پھڑکنے لگیں۔ اس سے پہلے کہ وہ سٹارٹ ہوتا میں نے جلدی سے اس کا اگنیشن بند کرتے ہوئے کہا۔

"م......میرا مطلب ہے کہ تم اب کیا چاہتے ہو؟"

"میں دوبارہ ایسی غلطی نہیں کرنا چاہتا"۔ اس نے فوری طور پر نارمل ہوتے ہوئے کہا۔

"تو ٹھیک ہے آئندہ جب بھی خود کو اس مشکل میں محسوس کرو تو "15" پر فون کر دینا"۔

"یہ کس کا نمبر ہے؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ایمرجنسی پولیس کا......!"

"لل......لیکن میں تو کوئی نسخہ لینے آیا تھا"۔

"کوئی بات نہیں...... نسخہ بھی بتا دیتے ہیں، دودھ سوڈے میں پٹرول ڈال کر دن میں چار بار پیئو...... انشاء اللہ ایسا افاقہ ہو گا کہ صدیوں تک یاد رکھو گے اگر یہ بھی پسند نہیں تو صبح سویرے نہار منہ ایک نظر "امجد اسلام امجد" کی تصویر پر ڈال لیا کرو......کوئی شکایت نہیں رہے گی۔ بڑا آزمودہ نسخہ ہے"۔

"اچھا...... یہ تو میرے لیے ہو گیا میری بیوی کے لیے بھی کوئی گولی بتائیں"۔

"اس کے لئے تھری ناٹ تھری کی گولی بہتر رہے گی"۔

"اچھا...... یہ کون سے میڈیکل سٹور سے ملے گی؟"

"میڈیکل سٹور سے تو نہیں البتہ کسی کالج کینٹین یا ایم پی اے ہاسٹل سے با آسانی مل جائے گی"۔

"بڑی مہربانی جی...... میں آج ہی یہ گولی خرید لیتا ہوں...... ویسے کتنی خوراکیں دینا ہو گی؟" اس نے اٹھتے اٹھتے سوال کیا۔

"ایک ہی کافی ہے......بس استعمال ذرا ٹھیک ہونا چاہیے"۔

"آپ فکر ہی نہ کریں جی..... یہ کام مجھ پر چھوڑیں.....سلاما لیکم!" اس نے تشکر آمیز نگاہوں سے مجھے سلام کیا اور باہر نکلتا چلا گیا۔

☆☆☆

اگلے روز آفس میں ایک عجیب واقعہ رونما ہو گیا۔

ایک سنگل پسلی نوجوان بڑی مشکل سے چلتا ہوا میرے کمرے میں داخل ہوا اور کرسی پر بیٹھ کر ہانپنے لگا۔ جب ذرا حواس بحال ہوئے تو بولا "وہ.....فیملی پلاننگ مشورے آپ ہی دیتے ہیں؟"

"الحمدللہ.....میں نے سینے پر ہاتھ رکھا"۔

"تو پھر مجھے بھی بتائیے کہ میں کم سے کم بچے کس طرح پیدا کر سکتا ہوں"۔

"محترم! آپ کم سے کم بچے اسی طرح پیدا کر سکتے ہیں جس طرح آپ زیادہ سے زیادہ بچے پیدا کر سکتے ہیں"۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

"مطلب یہ ہے کہ آپ کی عمر کتنی ہے؟"

"بیس سال....." اس نے جواب دیا اور میں بھونچکا رہ گیا.....غور سے اس کا جائزہ لیا، صحت دیکھی، آنکھوں کے گرد حلقے دیکھے، کانپتے ہوئے ہاتھ دیکھے اور پھر نہایت سکون سے کہا "آپ بےفکر ہو جائیے.....آپ قدرتی طور پر ہی فیملی پلانر ہیں"۔

"تو گویا آپ مجھے کوئی مشورہ نہیں دیں گے؟" اس نے تنقیدی نظروں سے مجھے دیکھا۔

"آپ کے لیے ایک ہی مشورہ ہے کہ مسرت شاہین کی فلمیں چھوڑ کر جاوید شیخ کی فلمیں دیکھا کریں"۔

"تو کیا اس طرح کرنے سے میرے ہاں بچے نہیں ہوں گے؟"

"بچے تو خیر ایسا نہ کرنے بھی نہیں ہوں گے" میں نے زیر لب کہا "بہر حال مشورہ آپ کو دے دیا ہے عمل کرنا یا نہ کرنا آپ کا کام ہے"۔

وہ چپ چاپ اٹھ کھڑا ہوا اور ڈگمگاتا ہوا چلا گیا۔

اس کی جانے کی دیر تھی کہ جینز اور شرٹ پہنے ایک صحت مند نوجوان عینک لگائے بڑی پریشانی کے عالم میں اندر داخل ہوا اور سلام دعا کے بغیر ہی شروع ہو گیا۔

"پلیز.....مجھے مشورہ دیجئے کہ بچوں کی پیدائش کو کس طرح کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔ میں تو عذاب میں پھنس گیا ہوں"۔

"ویری گڈ.....میں نے خوش ہو کر کہا"۔ یہ بہت اچھی بات ہے کہ ہماری نوجوان نسل کو اس بات کا احساس ہے کہ آبادی کو بڑھنے سے روکنا چاہیے۔ اب دیکھیں ناں کہ ہمارے پاس اتنے وسائل ہی نہیں ہیں کہ ہم اتنی آبادی کو سنبھال سکیں۔ بچے دو ہی اچھے لگتے ہیں" میں نے ٹھکانہ تقریر شروع کر دی۔

"آپ نے بالکل درست فرمایا".....نوجوان نے میری تائید کی....."آپ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ بچے کے نام سے ہی میری

جان جاتی ہے"۔

"یہ چیز آپ کی مثبت سوچ کو ظاہر کرتی ہے...... ظاہری بات ہے کہ اگر اخراجات کم اور بچے زیادہ ہوں گے تو پریشانیاں بڑھیں گی ہی۔ آج کل کی محدود آمدنی میں کہاں گزارہ ہوتا ہے۔ آپ بالکل فکر نہیں کریں۔ ہمیں آپ جیسے لوگوں کی خدمت ہی کے لئے بٹھایا گیا ہے۔ آپ کو مشوروں کے علاوہ یہاں سے مفت دوائیاں بھی فراہم کی جائیں گی"۔

"واقعی......؟" وہ خوش ہو گیا...... "تو کیا ان دوائیوں کے استعمال سے بچے نہیں ہوگا؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جناب...... یہ امپورٹڈ دوائیاں ہیں اور ہمارے محکمے نے خصوصی طور پر یہ امریکہ سے منگوائی ہیں۔ میں آپ کو مختلف گولیوں کے پیکٹ دے رہا ہوں۔ ان کا طریقہ استعمال ان کے اوپر لکھا ہوا ہے" میں نے مختلف دوائیوں سے بھرا شاپنگ بیگ اسے پکڑا دیا۔

وہ خوشی سے پھولے نہیں سما رہا تھا۔ "آپ...... آپ کتنے عظیم انسان ہیں...... مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ آپ کا شکریہ کیسے ادا کروں...... آپ نے مجھے بہت بڑی مشکل سے نکال دیا ہے...... اب اجازت ہے"۔

"بالکل جناب...... ہمیں امید ہے کہ آپ آئندہ بھی تشریف لائیں گے اور دوسروں کو بھی قائل کر کے اپنے ساتھ لانے کی کوشش کریں گے"۔

"آپ فکر ہی نہ کیجئے میں اپنے تمام جاننے والوں کو آپ کے بارے میں بتاؤں گا۔ مجھے تو یقین ہی نہیں آ رہا کہ آپ نے اتنا بڑا مسئلہ چٹکی بجاتے ہی حل کر دیا اور وہ بھی مفت"۔

"بس جناب...... یہ بھی آپ کی بھلائی کے لئے ہے۔ شکریہ تو مجھے آپ کا ادا کرنا چاہیے جو ہمارے پاس تشریف لائے ہیں" میں نے بڑی انکساری سے کہا۔

"اچھا جناب...... خدا حافظ...... اس نے ہاتھ اٹھائے"۔

"ذرا سنئے تو...... میں نے خوش اخلاقی سے کہا" آپ نے بتایا نہیں کہ آپ کے پہلے کتنے بچے ہیں؟"

"بچے؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی "لیکن میری تو ابھی شادی ہی نہیں ہوئی" اس نے کہا اور باہر نکلتا چلا گیا۔

میں نے اگلے ہی روز ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔

☆☆☆

راناصاحب

کچھ لوگ اتنے کھردرے ہوتے ہیں کہ سلام کا جواب بھی دیں تو ایسا لگتا ہے گالی دے رہے ہیں۔ میں کئی ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو ہنسنے سے اتنا الرجک ہیں کہ بے خیالی میں اگر کبھی ان کا "ہاسا" نکل جائے تو انہیں سارے بدن پر "پت" نکل آتی ہے۔ یہ لوگ صرف سنجیدہ رہنا اور کہلوانا پسند کرتے ہیں۔ یہ خوشی کا اظہار بھی ایسے کرتے ہیں جیسے کسی کو موت کی بشارت دے رہے ہوں۔ ہمارے راناصاحب بھی انہی میں سے ایک ہیں۔ رانا صاحب میرے کولیگ نہیں...... نہ ہی فلیٹ فیلو ہیں...... کوئی بیوروکریٹ بھی نہیں...... لیکن ان کے نخرے کسی چیف ایگزیکٹو سے کم نہیں۔ موصوف گاڑیوں کے مکینک ہیں۔ اپنی اکھڑ مزاجی کے باعث چار ورکشاپوں سے نکالے جاچکے ہیں لیکن ان کا کہنا ہے "رانے کو رانا نہ مارے تو رانا نہیں مرتا"۔

راناصاحب نے زندگی میں آج تک کسی کی بات نہیں مانی۔ ان کا دل کرے تو سخت گرمیوں میں تپتی دھوپ میں بیٹھ جائیں...... اور دل کرے تو سخت سردی میں نیکر بنیان پہن کر ورکشاپ آجائیں۔ ورکشاپ کا کوئی ملازم ان پر ہنسنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ راناصاحب چونکہ غیر شادی شدہ ہیں۔ اس لیے رات کے وقت ورکشاپ میں ہی سوتے ہیں۔ سنا ہے ان کی شادی ہوتے ہوتے رہ گئی تھی...... میں نے ایک دن واقعہ پوچھا تو بولے "قاضی بار بار پوچھ رہا تھا...... "قبول ہے...... قبول ہے"...... میں نے کہا...... "ابے ایک بار پوچھ جو پوچھنا ہے...... جا نہیں قبول...... کرلے جو کرنا ہے"۔

بیٹھے قارئین!...... میں آج کا کالم راناصاحب پر اس لیے لکھ رہا ہوں کہ راناصاحب بہت سے معاملات میں مجھے "شمالی اتحاد" دکھائی دیتے ہیں۔ موصوف کی عادت ہے کہ بے شک گاڑی ٹھیک ہی کیوں نہ ہو...... فوراً دل ہلا دینے والا نقص بتادیں گے...... اور بتائیں گے بھی اتنے اطمینان سے کہ گاہک کے تن بدن میں آگ لگ جائے گی۔ میری مجبوری ہے کہ راناصاحب کی ورکشاپ مجھے قریب پڑتی ہے۔ اس لیے اکثر گاڑی کا چھوٹا موٹا کام میں وہیں سے کراتا ہوں۔ ایک دفعہ میں نے راناصاحب سے پوچھا...... "راناصاحب ذرا میری گاڑی کی بیٹری چیک کرکے بتایئے کہ کیا بیٹری تبدیل کرلوں؟"

راناصاحب نے ایک نخوت سے بونٹ کھولا...... اور بیٹری کو ہاتھ لگائے بغیر بولے...... "بیٹری ٹھیک ہے آپ گاڑی بدل لیں......" میرا دل چاہا کہ میں راناصاحب کے سر پر تربوز دے ماروں...... لیکن پھر یہ سوچ کر چپ ہو رہا کہ بلاوجہ تربوز کو سزا دینے کا فائدہ!!!

آپ بھی سوچ رہے ہوں گے کہ ایسے اکھڑ مزاج شخص کو میں بار بار "صاحب" کیوں لکھ رہا ہوں...... جناب میری مجبوری ہے کیونکہ رانا نے اپنا نام ہی "راناصاحب" رکھا ہوا ہے۔ فرماتے ہیں جو مجھے صاحب نہیں کہے گا...... میں اس کی گاڑی میں ایسا ٹیکنیکل نقص ڈال دوں گا کہ اگلا گیئر لگاتے ہی گاڑی پیچھے کو دوڑنے لگے گی...... آدھے گھنٹے بعد سارے ٹائروں کی "پھوک" نکل جائے گی...... اور انجن سیز ہو جائے گا۔ یہ دھمکی اتنی کارگر ثابت ہو چکی ہے کہ لوگ ان کی عدم موجودگی میں بھی انہیں صاحب ہی کہتے ہیں (میری مثال سامنے ہے)۔

رانا صاحب کی اکھڑ مزاجی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ کوئی گاہک اگر کہہ دے کہ "رانا صاحب آپ بہت اچھے ہیں" تو رانا صاحب فوراً کہیں گے......"غلط......!!!میں تو الو کا پٹھا ہوں بلکہ الو کا کندھا بھی ہوں......"

اگر کوئی کہہ دے کہ "رانا صاحب آج جمعہ ہے، تو رانا صاحب کی عزت نفس کو زوردار ٹھوکر لگتی ہے اور چلاتے ہوئے کہتے ہیں "نہیں......آج منگل ہے......منگل......"۔

میں نے ایک دفعہ موقع پا کر مذاق ہی مذاق میں پوچھا......"رانا صاحب! آپ ہر وہ کام کرتے ہیں جس سے منع کیا جائے......حضرت آدم علیہ السلام نے بھی اللہ کا حکم نہیں مانا تھا......تو کیا حضرت آدم علیہ السلام بھی رانا تھے؟؟؟"

رانا صاحب یکدم غصے میں آ گئے......"ارے انہوں نے کیا رانا ہونا تھا......رانا تو وہ تھا جس کو اللہ نے کہا......"سجدہ کر"......اس نے کہا "جا نہیں کرتا!!!"

☆☆☆

انتھراکس بن لادن

امریکی قوم میں جراثیمی حملے کے ڈر نے ایسا خوف پیدا کر دیا ہے کہ انتھراکس سے بچاؤ کے لیے وہ ہاتھ بھی دستانے پہن کر دھونے لگے ہیں۔ تازہ ترین خبروں کے مطابق انتھراکس کا یہ وائرس نہ صرف امریکی طیارہ بردار جہاز تک پہنچ گیا بلکہ امریکہ میں مختلف لوگوں کو بذریعہ ڈاک بھی بھیجا جا رہا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اب امریکیوں نے اپنی ڈاک ہی کھولنا بند کر دی ہے۔ دہشت زدہ قوم کا یہ حال ہے کہ کہیں ذرا سا ٹالکم پاؤڈر بھی دیکھ لیں تو ان کی چیخیں "خطا" ہو جاتی ہیں۔ سپر پاور کے شہری آج کل جراثیم سے اتنے محتاط نظر آتے ہیں کہ انہوں نے "سرعام محبت" بھی ترک کر دی ہے۔ اصل میں امریکی قوم بڑی وہمی ہے۔ اتنی زیادہ کہ کئی لوگوں کا وہم سے ہی انتقال ہو جاتا ہے۔ انہیں یقین ہے کہ القاعدہ ان پر جراثیمی حملہ ضرور کرے گی۔ یہ اپنے اس نادیدہ دشمن سے خوفزدہ ہیں جو صرف مارتا ہی نہیں خود بھی ساتھ مر جاتا ہے۔ سیانے کہتے ہیں سانپ سے زیادہ سانپ کا خوف انسان کو مار دیتا ہے۔ اور جب خوف اس سطح پر پہنچ جائے تو پھر ایسا ہی ہوتا ہے جیسا ایک سردار جی کے ساتھ ہوا تھا۔

سردار جی اپنے دوست کے ساتھ جنگل سے گزر رہے تھے، اچانک فائر کی آواز آئی۔ سردار جی نے جلدی سے اپنے دوست کا جائزہ لیا اور پوچھا "گولی تمہیں لگی ہے؟"

"نہیں......" دوست نے حیرانی سے کہا۔

"ہائے مر گیا...... پھر مجھے ہی لگی ہوگی" سردار جی نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئے۔

☆☆☆

ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملہ ہوا تو پہلے امریکی قوم حیران ہوئی...... کچھ روز گزرے تو اس حیرانی میں افسوس اور دکھ شامل ہو گیا...... مزید کچھ روز گزرے تو یہ کیفیت غصے میں بدل گئی...... تین ہفتوں بعد وہ انتقام کی آگ میں جھلسنے لگے لیکن اب...... جب وہ ان تمام کیفیات سے گزر گئے ہیں تو ان کے اندر خوف نے سر ابھارنا شروع کر دیا ہے۔ انہیں یقین ہے کہ یہ جراثیم اسامہ بھیج رہا ہے، امریکی قوم چاہے تو اسے "انتھراکس بن لادن" بھی کہہ سکتی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اتنی بمباری کے باوجود بھی اسامہ افغانستان میں اتنی آزادی سے اپنی "ڈاک پوسٹ" کر رہا ہے تو سپر پاور امریکہ ہوا یا اسامہ؟ میں نے کہا نا...... عنقریب امریکی قوم کا خوف ایک بڑی مزیدار صورتحال اختیار کرے گا جب وہ لطیفہ بن جائے گا۔ جس طرح ہم لوگ کسی کو چھیڑنے کے لئے گورنر صاحب، نوابزادہ اور ڈی سی کے الفاظ استعمال کرتے ہیں، تب...... لوگ ایک دوسرے کو "اوئے سپر پاور" کہہ کر چھیڑا کریں گے۔ پہلوانوں کو جب زوال آتا ہے تو وہ ہمیشہ اپنے سے کمزور سے "کٹ" کھاتے ہیں اور پھر باقی کی ساری زندگی دودھ دہی کی دکان کرتے ہیں۔ سیانے کہتے ہیں کہ اگر طاقتور ہو تو اپنا پردہ رکھو...... اگر طاقتور نہیں...... پھر بھی پردہ رکھو...... امریکہ نے اپنا "پردہ" چاک کر دیا ہے۔

اب اگر وہ اپنی "سپر پاوری" نہیں دکھا سکا تو باقی کی زندگی اسے بھی "دودھ دہی" کی دکان پر گزارنی پڑے گی۔

ہماری حکومت اسامہ کو اس لیے بھی امریکہ کے حوالے کرنے پر راضی ہے کہ یہ ہماری روایت رہی ہے۔ رمزی یوسف اور ایمل کانسی کی مثال سامنے ہے۔ حکومت ہمیں اس بات کا یقین دلا رہی ہے کہ اگر طاقتور دشمن مالی فائدہ دے تو اس کی بات مان لینی چاہیے۔ کل کلاں کو پاکستان کے کسی عام بندے کو یہ لالچ دیا جائے کہ تم فلاں بازار میں بم رکھ دو اور اس کے عوض تمہیں پانچ لاکھ ملیں گے...... تو اسے حامی بھر لینی چاہیے۔

اللہ کرے کہ ہم اسی طرح روپے پیسوں میں کھیلتے رہیں...... ہم ریت میں بھی ہاتھ ماریں تو نیچے سے ڈالر نکلیں...... ہمیں تنخواہیں بھی ڈالروں میں ملیں...... ہماری مزدوریاں بھی ڈالرز میں ہوں...... ہماری ادائیگیاں روپوں میں اور وصولیاں ڈالرز میں ہوں...... ہمارے بچے ڈالرز کی گرماہٹ سے بھرپور ہوں...... ہمارے لباسوں سے ڈالرز کی مہک آئے...... اللہ کرے ہم نماز بھی پڑھنے جائیں تو "صف" کے نیچے سے ہمیں ڈالرز ملیں۔ ہمارے کھسرے ویلیں بھی ڈالرز میں لیں...... ناچنے والیوں پر بھی ڈالرز برسیں...... بینکوں میں رکھے ہوئے ہمارے تمام روپے پلک جھپکتے میں ڈالرز بن جائیں...... ان پر یونائیٹڈ سٹیٹ آف امریکہ کی مہر لگ جائے...... اللہ کرے ہمارے پاس اتنے ڈالرز ہو جائیں کہ امریکہ والے خود ہم سے ڈالر مانگنے کے لیے آئیں اور سر جھکا کر کہیں...... سر کچھ ڈالرز دے دیں...... ہمارے اپنے پاس کم پڑ گئے ہیں لیکن...... اللہ نہ کرے کہ ہماری سرکاری کرنسی بھی ڈالر کہلائے۔

☆☆☆

شرارتی عید کارڈز

گذشتہ کئی دنوں سے ڈھیروں عید کارڈز آ رہے ہیں۔ پہلے تو میں حیران ہوا کہ یکدم عید کارڈز کیوں آنے شروع ہو گئے ہیں...... پھر پتا چلا کہ عید قریب ہے۔ بذریعہ ڈاک آنے والے کارڈز میں نے اپنے آفس کی دیوار پر آویزاں کر رکھے ہیں۔ یہ عید کارڈز محبت کے ساتھ ساتھ دلچسپی کا عنصر بھی لیے ہوئے ہیں۔ چند منتخب عید کارڈز ملاحظہ کیجئے جن پر لکھی قارئین کی محبتیں اپنے اندر کہیں نہ کہیں معصومیت، شرارت اور مسکراہٹ لیے ہوئے ہیں!

☆ مردان سے ایک صاحب نے عید پر یہ شعر میری نذر کیا ہے (یاد رہے کہ لفظ "شعر" میں نے "ضرورت کالی" کے تحت کہا ہے۔

جبر مسلسل کی طرح کاٹی ہے

تمہاری دید ہو جائے ہماری عید ہو جائے

☆ کوئٹہ سے موصول ہونے والے ایک عید کارڈ کے صفحہ اول پر تحریر ہے...... "باجی گل نوخیز کے لیے محبت کے ساتھ"

☆ کوئٹہ سے ہی ملنے والے ایک اور عید کارڈ کی عبارت ہے...... "اللہ کرے اگلے سال آپ امریکہ میں عید منائیں......"

☆ بھلوال (سرگودھا) سے بھی دو عید کارڈ آئے...... ایک صاحب لکھتے ہیں...... "آپ کو دلی عید مبارک"۔

☆ سب سے مزیدار کارڈ جہلم سے ایک محترمہ نے بھیجا...... کارڈ کھولتے ہی ایک کھوتا صاحب سلام کرتے نظر آئے۔ پہلے تو میں سمجھا شائد کسی نے آئینہ بھیج دیا ہے، پھر غور کیا تو وہاں نظر پڑی جہاں لکھا تھا...... "اللہ آپ کو ایسی ہزاروں عیدیں دکھائے......"

قارئین بھیا! عید کارڈز میں بھی ڈالتا ہوں...... سب سے پہلے اپنے آپ کو...... پھر کچھ احباب کو۔ مجھ میں شروع سے ایک عادت ہے کہ میں احباب کو بھیجے جانے والے اکثر عید کارڈز پر اپنی طرف سے کچھ نہیں تحریر کرتا بلکہ اسی طرح خالی بھیج دیتا ہوں...... مجھے پتا ہے کہ احباب خالی عید کارڈ پا کر زیادہ خوشی محسوس کرتے ہیں۔

اس وقت میں مارکیٹ میں ایک سے ایک عید کارڈ موجود ہے۔ کچھ عید کارڈز ایسے ہیں جنہیں دو منٹ غور سے دیکھنے سے یقیناً روزہ متاثر ہونے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسے عید کارڈز پر نیچے اشعار بھی درج ہوتے ہیں (اشعار کہنے کی معذرت)...... ان اشعار میں وہی ربط ہے جو صدر بش اور حمید سے چم چڑق میں ہے۔ کل میں نے ایک عید کارڈ دیکھا جس میں ایک خوبصورت کافر حسینہ...... اوہ سوری...... مسلمان حسینہ ایک لڑکے کا ہاتھ تھامے ہوئے ہے، دونوں غیر شرعی حد تک رومانٹک موڈ میں ہیں...... نیچے لکھا ہے...... "کچھ کر لو نوجوانو اٹھتی جوانیاں ہیں......"

ایک اور کارڈ نظر سے گزرا جس میں ایک لڑکی بے دھڑک رو رہی ہے، اس کی آنکھوں سے آنسو دل کی شکل میں ٹپک رہے ہیں...... بیک

گراؤنڈ میں عید کا چاند نظر آ رہا ہے اور نیچے لکھا ہے......

دیواروں سے باتیں کرنا اچھا لگتا ہے۔

''ماہی آوے گا میں پھلاں نال دھرتی سجاواں گی''

کارڈ کی دوسری طرف ان گنت آنسوؤں کے درمیان ایک میڈیم سائز دل رکھا ہے...... دل میں سیب کاٹنے والا چاقو پیوست ہے...... خون کے چند قطرے ٹپک رہے ہیں اور لکھا ہے......

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات

''میتوں دھرتی قلعی کرا دے وے میں نچاں ساری رات''

قارئین جی!...... کچھ عید کارڈز آپ کو بھی مل چکے ہوں گے...... کچھ ملنے والے ہوں گے...... اصولی طور پر عید کارڈز...... عید کے بعد ہی بھیجنے چاہئیں کیونکہ مبارکباد ہمیشہ اس چیز کی دی جاتی ہے جو ہو چکی ہو...... لیکن میاں صاحب کہتے ہیں کہ مبارک اس چیز کی دینی چاہیے جو ''ہونے والی'' ہو...... لہٰذا میرے شرارتی قارئین کو ''ہونے والی'' مبارک...... میرا مطلب ہے عید مبارک...... بمعہ ایک تازہ ترین لطیفہ!

ایک ساس نے اپنے خاوند سے شرط لگائی کہ اس کے تینوں داماد اس سے بہت پیار کرتے ہیں۔ تجربے کے طور پر اس نے ایک روز بڑے داماد کی موجودگی میں نیند کی گولیاں کھالیں۔ داماد نے فوری طور پر ساس کو ہسپتال پہنچایا اور وہ بچ گئی...... ساس نے خوش ہو کر داماد کو ایک لاکھ روپے انعام دیا...... اگلی بار دوسرے داماد کی موجودگی میں گولیاں کھائی گئیں...... اس نے بھی فوری طور پر ساس کو ہسپتال پہنچا کر بچا لیا...... ساس نے خوش ہو کر اسے بھی ایک لاکھ روپے انعام دیا...... تیسرے اور چھوٹے داماد کی باری آئی تو ساس نے پھر گولیاں کھائیں اور فرش پر گر کر تڑپنے لگی...... داماد کو ساس کو اٹھانے کی بجائے ٹی وی آن کر لیا اور اطمینان سے چیونگم چباتا رہا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ دس پندرہ منٹ تڑپنے کے بعد ساس دم توڑ گئی...... اس داماد کو سسر صاحب نے دو لاکھ روپے انعام دیا......!!!

☆☆☆

روزخوروں کی حمایت میں

میرے کچھ شرارتی قارئین جاننا چاہتے ہیں کہ جس "مخلوق" کے درمیان میں رہائش پذیر ہوں، وہ لوگ رمضان کیسے مناتے ہیں۔ بھئی بات یہ ہے کہ رمضان میں ہمارے فلیٹوں پر بڑی سختی ہوتی ہے۔ اماں جیراں ہم جیسے "چھڑوں" کے فلیٹوں پر بڑی گہری نظر رکھتی ہے کہ ہم کچھ "کھا" تو نہیں رہے۔ میں نے کئی دفعہ کہا ہے کہ اماں اس ملک میں ہر کوئی کھا رہا ہے...... لیکن اماں کہتی ہے تم جھوٹ بولتے ہو...... اگر کوئی کھا رہا ہوتا تو اس کا منہ نہ ہلتا...... اب میں اماں کو کیسے سمجھاؤں کہ منہ ان کا ہلتا ہے جو منہ سے کھاتے ہیں۔ دماغ سے کھانے والوں کے پھیپھڑے تھوڑی ہوتے ہیں۔ خیر...... یہ تو بعد کی باتیں ہیں، میں بتا رہا تھا کہ رمضان میں یہاں کھانے پینے کی شدید ممانعت ہے۔ لیکن اس کے باوجود کچھ لوگ چوری چھپے "دا" لگا جاتے ہیں۔ پچھلے رمضان میں اماں جیراں نے مخبری پر شیخ صاحب کے ایک مہمان کو دھر لیا جو سیڑھیوں کے نیچے چھپا "امرود" کھا رہا تھا۔

اماں نے شور مچا دیا...... "پکڑ لیا...... پکڑ لیا...... ارے مردود...... امرود کھا رہا ہے......" دیکھتے ہی دیکھتے سارے لوگ وہاں جمع ہو گئے۔ شیخ صاحب کے مہمان نے جوتے پڑنے کے خوف سے چلاتے ہوئے کہا...... "لا الہ اللہ محمد الرسول اللہ...... میں تو عیسائی ہوں"۔

ہمارے "علاقے" میں سحری کم اور افطاری زیادہ ہوتی ہے۔ صاف ظاہر ہے سب لوگ "اٹھ پہرا" روزہ رکھتے ہیں۔ روزوں کی سب سے زیادہ پابندی میاں صاحب کرتے ہیں۔ وہ اکثر دوپہر بارہ بجے ہی روزہ کھول لیتے ہیں۔ ان کا موقف ہے کہ روزہ دیر سے کھولیں تو مکروہ ہو جاتا ہے۔ میاں صاحب رمضان میں باقاعدگی سے مسجد جاتے ہیں۔ افطاری کے بعد وہ اس وقت مسجد جاتے ہیں جب جماعت کھڑی ہو چکی ہوتی ہے۔ اصل میں انہیں بخوبی علم ہے کہ مولوی صاحب سامان افطاری کہاں رکھتے ہیں۔ میاں صاحب اصلی روزے سے ہوں تو ان کا انگ انگ بتاتا ہے کہ وہ روزے سے ہیں۔ ہر دو منٹ بعد اللہ...... اللہ کریں گے...... میرے فلیٹ میں فون کر کے پوچھیں گے...... "کیوں بے...... ارمیلا کی کوئی نئی فلم آئی......؟؟؟" ...... میں فلیٹ پر موجود نہ ہوں تو پھر اماں جیراں کے تنور پر آ بیٹھیں گے...... "کیوں جی!...... تنور کب Open ہوگا؟"

"کیا ہوگا......؟" اماں جیراں حیرت سے بولی۔

"اجی...... Open...... ہمارا مطلب ہے...... اس میں آنسہ روٹی کب لگے گی؟"

"کیا کہا...... روٹی...... 12 بجے سے ہی......" اماں بھڑک اٹھی۔

"وہ...... ہم...... ہم نے تو صرف پوچھا ہی ہے......" میاں صاحب گھبرا گئے۔

"چل بھاگ یہاں سے...... مشٹنڈا بابا...... قبر میں پیر لٹکائے بیٹھا ہے پھر بھی اللہ سے نہیں ڈرتا......"

ایک بات تو میں بتانا بھول ہی گیا...... تیسری منزل والے شیخ صاحب افطاری میں حتی الامکان تجربات کرتے رہتے ہیں۔ ان کے زیادہ تر

تجربات "بچت" پر مبنی ہوتے ہیں۔ مثلاً پچھلے ہی دنوں انہوں نے تجربہ کیا کہ افطاری میں اتنی ساری روٹیاں منگوانے کی بجائے اگر ایک ہی روٹی کی "فوٹو کاپی" کروالی جائے تو کیسا رہے گا۔ اللہ کا شکر ہے کہ لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے ان کا یہ تجربہ پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکا ورنہ میں شیخ صاحب کو اچھی طرح جانتا ہوں، اگر وہ واقعی روٹی کی فوٹو کاپیاں کروالاتے تو انہوں نے اس "رزق" کو ضائع نہیں کرنا تھا بلکہ جیسے تیسے کر کے حلق سے اتار ہی لینا تھا۔

میں بھی چونکہ ان ہی "شہنشاہوں" میں رہتا ہوں اس لیے کچھ کچھ رنگ مجھ پر بھی ان کا غالب آنے لگا ہے۔ بچپن میں میری ماں جی مجھے "چڑی روزہ" رکھواتی تھیں۔ میں نے لڑکوں سے مشورہ کیا کہ روزہ چھوڑنے کی بجائے اگر "چڑی روزہ" رکھ لیا جائے تو کیا مضائقہ ہے۔ آخر ماؤں کے لئے ان کی اولاد ہمیشہ بچہ ہی تو رہتی ہے۔ سب "چھڑوں" نے میری آواز پر لبیک کہا، ہم سب نے احتیاطی طور پر "اماں جیراں" سے رائے لی...... لیکن اف خدایا...... "وہ لڑکا جسے ہم نے اماں جیراں سے رائے لینے کے لیے سب سے آگے کیا تھا...... اماں جیراں کے کلسٹر جھاڑو کی زد میں آ گیا...... اماں نے...... "مشٹنڈا کہیں کا......" کہتے ہوئے اس کے سر پر ضرب لگائی اور ہم سب کی طرف "توپ" کا رخ کیا۔

شام کو پتا چلا کہ ہم جیسوں کے لیے "چڑی روزہ" نہیں "ہاتھی روزہ" کا حکم ہے۔ اللہ خیر کرے...... میں ذرا سحری کھا لوں...... افطاری آپ کی طرف رہی......!

☆☆☆

عطاءالحق قاسمی کا بڑا آپریشن

پچھلے دنوں مقامی ہوٹل میں منعقدہ تقریب میں جب تقریر طوالت اختیار کرنے لگی تو میں عطاءالحق قاسمی، سید نور اور عمران نقوی اٹھ کر باہر لاؤنج میں آ گئے۔ سامنے میزوں پر اشیائے خوردونوش رکھی تھیں لیکن انہیں تقریب کے اختتام پر سرو ہونا تھا۔ عطاءالحق قاسمی نے میرے کان میں کہا "نوخیز..... اگر تم اپنے اختیارات استعمال کرتے ہوئے کسی طرح سے ایک پیسٹری لے آؤ تو میں تمہیں مان جاؤں گا"۔

میں نے فوراً پوچھا "کیا مان جائیں گے؟"

قاسمی صاحب اطمینان سے بولے "اچھا"۔

میں نے عرض کیا "مجھے یہ خطاب قبول کرنے میں کوئی جھجک نہیں لیکن خوف طلب بات یہ ہے کہ حاضر بیرے کی مونچھیں بہت بڑی ہیں اور دو سو فیصد اصلی ہیں لہذا میں اپنی ناکامی کا اعتراف کرتا ہوں"۔

عطاءالحق قاسمی مسکرائے اور کہنے لگے "اب دیکھو میرا کمال" یہ کہہ کر انہوں نے اشارے سے بیرے کو بلایا اور اپنا تعارف کرواتے ہوئے ایک پیسٹری منگوائی۔ بیرا فوراً پلیٹ میں پیسٹری لے آیا۔ قاسمی صاحب نے فاتحانہ نظروں سے میری طرف دیکھا۔

میں نے فوراً ان کے کان میں کہا..... "اب تو میں آپ کو مان گیا"۔

☆☆☆

عطاءالحق قاسمی سے اگلے چند روز بعد پھر ملاقات ہوئی لیکن اب کی بار وہ شریف میڈیکل کمپلیکس میں داخل تھے مجھے وارڈ کا نہیں پتا تھا بس اتنا معلوم ہوا کہ عطاءالحق قاسمی کا آپریشن ہے۔ "آپریشن" کا لفظ میرے ذہن میں تھا اس لئے میں سیدھا گائنی وارڈ پہنچ گیا۔ وہاں جا کر پتا چلا کہ قاسمی صاحب بخشی وارڈ میں داخل ہیں۔ میں پھول لے کر بخشی وارڈ میں داخل ہوا تو سامنے قاسمی صاحب پر نظر پڑی۔ "بڑے آپریشن" کے باوجود ان کے چہرے پر حسب معمول شرارت بھی مسکراہٹ تھی۔ میں نے پھول ان کی گود میں رکھے اور کہا کہ آپ خوش قسمت ہیں کہ آپ کی زندگی میں ہی آپ کے لئے پھول آ رہے ہیں۔ میں نے یہ جملہ اس لئے بھی کہا کیونکہ قاسمی صاحب کا کمرہ رنگ برنگے خوشبودار تازہ پھولوں سے بھرا ہوا تھا۔ قاسمی صاحب بتانے لگے کہ اب انہوں نے سگریٹ چھوڑ دیئے ہیں۔ میں پریشان ہو گیا کیونکہ گولڈ لیف کمپنی ڈوب جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ گردے کے آپریشن کے بعد عطاءالحق قاسمی مزید صحت مند دکھائی دے رہے تھے اور ڈاکٹروں سے بڑی ٹیکنیکل زبان میں بات کر رہے تھے۔ اس عمر میں بندہ خود بھی چھوٹا موٹا ڈاکٹر بن ہی جاتا ہے۔ مجھے یونہی امید ہے کہ عطاءالحق قاسمی اگر اپنا کلینک کھول لیں تو سو میں سے چالیس پچاس مریض ٹھیک کر ہی لیں گے۔ ان کے پاس تو نسخے بھی تیر بہدف ہیں۔

☆☆☆

مزے دار غلطیاں

ایک الٹرا ماڈرن لڑکے نے اپنی گرل فرینڈ سے کہا" ایسا کرتے ہیں، تجرباتی طور پر شادی کر لیتے ہیں..... اگر ہم نے محسوس کیا کہ ہم سے غلطی ہوگئی ہے تو ہم ہنسی خوشی علیحدہ ہو جائیں گے....."

لڑکی نے اطمینان سے پوچھا....."اور..... غلطی کون پالے گا؟"

تو جناب! ایسی تو نہیں..... البتہ اس سے ملتی جلتی کئی غلطیاں ہم روز کرتے ہیں۔

صحافت میں رہتے ہوئے میں نے دیکھا کہ سب سے مزیدار غلطی کاتب حضرات کرتے ہیں۔ کالج دور میں میں نے ایک الیکشن لڑا تھا اور اپنے پوسٹر پر لکھوایا" آپ کا نامزد امیدوار"..... جب چھپ کر آیا تو لکھا تھا....." آپ کا نامرد امیدوار"..... میں حیران ہوں کہ کاتب اتنا" نظر شناس" کیسے ہوگیا!!!

میں اسے غلطی نہیں کہتا..... ایسی غلطیاں تو بے ساختہ چہروں پر مسکراہٹیں بکھیر دیتی ہیں۔ میں ایک ایسے صاحب کو جانتا ہوں جنہوں نے غلطیاں کرنے میں ایم اے کیا ہوا ہے۔ ایسی ایسی غلطیاں کرتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ موصوف شادی والے دن بھی گھوڑے پر بیٹھنے کی بجائے ڈولی میں جا بیٹھے تھے۔

سب سے پیاری غلطیاں بچے کرتے ہیں..... آج سے پانچ چھ سال پہلے ایک فائیو سٹار ہوٹل میں شادی کی تقریب تھی۔ ہمارے فلیٹ فیلو" خواجہ صاحب" بھی اپنے تین سالہ بچے کے ہمراہ شریک تھے۔ شادی کی یہ تقریب ایک بہت بڑے سیاستدان کے بیٹے کی تھی۔ خواجہ صاحب کو ہر جگہ اپنی امارت جھاڑنے کا بہت شوق ہے، لیکن اندر سے حالات اللہ ہی جانتا ہے۔ ان سے بہت بڑی غلطی یہ ہوئی کہ اتنی بڑی امیروں کی تقریب میں اپنے بچے کو ساتھ لے گئے۔ میں اس چھوٹے" گوریلے" سے واقف ہوں، انتقام پر اتر آئے تو شمالی اتحاد والوں کو بھی مات دے جاتا ہے۔ اس نے اچانک بھری تقریب میں بھاں بھاں رونا شروع کر دیا۔ خواجہ صاحب نے پہلے تو بڑے پیار سے اسے چپ کرایا، جب بات نہ بنی تو اسے زور کی چٹکی کاٹ لی..... اس طوفان نے چٹکی کا انتقام براہ راست خواجہ صاحب سے لینے کی بجائے میری طرف دیکھا، میں قریب ہی کھڑا تھا..... اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ..... ایک لمحے میں اپنے خونخوار دانت میرے" پیٹ" میں گاڑ دیئے..... ہائے مر گیا..... میری ہولناک چیخ سے فائیو سٹار ہوٹل کے درو دیوار لرز گئے۔ وہ بدمعاش بجائے چپ کرنے کے مزید اونچا رونے لگا۔

سیاستدان صاحب قریب آئے..... بڑے پیار سے خواجہ صاحب کے بیٹے کو گود میں اٹھا لیا اور پوچھنے لگے" کیوں بھئی رو کیوں رہے ہو؟"

خواجہ صاحب نے تیزی سے بات سنبھالی..... "وہ..... بات یہ ہے جی کہ یہ مجھ سے ضد کر رہا ہے کہ نئی گاڑی کی سیر کروائیں....."

''اوہ...... تو یہ بات ہے......'' خواجہ صاحب نے ''گوریلے'' کو پچکارا...... پھر پوچھا ''بیٹے کون سی گاڑی کی سیر کرو گے...... میرے والی یا ابو والی؟؟؟''

''آپ والی'' اس نے جھٹ سے کہا۔

''کیوں...... ابو والی گاڑی پر کیوں نہیں......'' سیاستدان نے حیرت سے پوچھا۔

''اس کا تا وندا چبھتا ہے اور ابا اس تی ڈھنتی بھی بھی نہیں بجانے دیتا...... (اس کا ڈنڈا چبھتا ہے اور ابا اس کی گھنٹی بھی نہیں بجانے دیتا)......

اس نے پورے خلوص کے ساتھ خواجہ صاحب کی مٹی پلید کی اور پھر میری طرف دیکھ کر دانت نکال دیئے۔

تو جناب!...... آپ بھی کبھی بھول کر غلطی کر لیا کیجئے...... مشینی زندگی سے ہٹ کر کوئی کام کیجئے...... قسم سے بڑا مزا آئے گا...... اگر آپ کے ذہن میں کوئی غلطی نہیں آ رہی تو میں آپ کو بتاتا ہوں۔

غلطی سے ٹوتھ پیسٹ کی بجائے شیونگ کریم سے دانت صاف کر لیں۔ غلطی سے دھوتی کی جگہ دسترخوان باندھ لیں...... غلطی سے نیند میں چلتے ہوئے جائیں اور فریج سے کھیر نکال کر واش بیسن میں ڈال دیں...... غلطی سے جوتے الٹے پہن لیں...... غلطی سے بیگم کی شلوار پہن کر دفتر چلے جائیں...... کچھ کریں...... خدا کے لیے کچھ نہ کچھ غلطی ضرور کریں۔ مجھ سے لکھوا لیجئے...... ہفتے میں ایک آدھ ایسی غلطی ہمارے مزاج شگفتہ کر دے گی۔ پھر ہم سے ہنسنے لگیں گے...... اور...... او مائی گاڈ...... میرا خیال ہے کہ میں نے بنیان الٹی پہن رکھی ہے...... بس...... سوری...... سر!!

☆☆☆

خوشیاں...... مسکراہٹیں...... قہقہے......!!!

ایک شیخ صاحب کی شادی ہوگئی..... موصوف نے نہ شادی والے دن دلہن کو کوئی گفٹ دیا اور نہ ہی شادی کے بعد کوئی روپیہ پیسہ۔ ایک دن شیخ صاحب کاروباری دورے پر کراچی گئے اور گھر فون کر کے بولے..... "بیگم! تمہیں مبارک ہو..... میں نے آج ہی تمہیں ایک چیک بھجوایا ہے"۔

بیوی حیران ہوگئی کہ شیخ صاحب اتنے شاہ خرچ کیسے ہوگئے..... خوش ہوتے ہوئے بولی..... کیا واقعی؟؟؟"

"ہاں جی!"..... شیخ صاحب چہچہائے..... "کل تمہیں چیک مل جائے گا..... میں بعد میں فون کروں گا..... خدا حافظ"۔

بیوی کو ساری رات مارے خوشی کے نیند نہ آئی..... اگلے روز چیک ملتے ہی اس نے بے تابی سے رقم والے خانے کی طرف نگاہ ڈالی..... وہاں لکھا تھا....."ایک ہزار بوسے نقد....." بیوی غصے کے مارے کانپنے لگی..... اگلے روز شیخ صاحب کا فون آیا اور بولے..... "ہاں بھئی بیگم......!! چیک مل گیا؟؟؟"

بیوی اطمینان سے بولی....."ہاں! مل گیا تھا..... آج ہی صبح دودھ والے سے "کیش" وصول کروایا ہے....."

☆☆☆

مسکراہٹوں کی یہ باتیں میں عید کی مناسبت سے تحریر کررہا ہوں..... میری ذاتی رائے میں عید کا مزا عید کے بعد ہی آتا ہے۔ ہمارے ایک فلیٹ فیلو مرزا صاحب ہیں، صحت کے معاملے میں ایسے ہیں کہ فلیٹ کے دروازے پر لکھوا رکھا ہے!

"اتنا کمزور ہوگیا ہوں تری جدائی سے
چیونٹی بھی کھینچ لیتی ہے چارپائی سے"

میں نے کہا "مرزا صاحب! کچھ خدا کا خوف کیجئے..... یہ تو بالکل بے وزن شعر ہے....." آہ بھر کر بولے..... "وزن ہوتا تو چیونٹی کھینچتی......؟؟؟

مرزا صاحب ہمیشہ پورے روزے رکھتے ہیں اور عید والے دن "خون کی بوتل" لگوا کر نماز پڑھنے جاتے ہیں۔ اس بار وہ مجھے عید کی نماز میں اپنے ساتھ لے گئے..... اتفاق سے عید کی نماز دو قریبی مساجد میں ہورہی تھی..... دونوں مساجد کے سپیکرز اتنی اونچی آواز والے تھے کہ سارے نمازیوں کی نمازیں Mix ہوگئیں۔ سب لوگوں نے مولوی صاحب کو بہت سمجھایا کہ آپ لوگ سپیکرز بند کردیں تاکہ پتا چل سکے کہ نماز کہاں تک پہنچی ہے..... لیکن مولوی صاحبان نے ایک نہ مانی۔ مشکل بات یہ تھی کہ دونوں نمازوں کا وقت بھی ایک ہی تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ایک طرف کے مولوی صاحب سجدے کے لیے "اللہ اکبر" کہتے تو دوسری مسجد کے مولوی صاحب "رکوع" کے لیے اللہ اکبر کہہ دیتے..... میرے جیسے "نیک لوگ" تو عید کی نماز

ویسے ہی نقل مار کر پڑھتے ہیں، اس روز یہ ہوا کہ سب کی نماز ہی گڑبڑ ہوگئی۔

دوسرا مرحلہ عید ملنے کا ہوتا ہے۔.....عید ملنے سے میری جان جاتی ہے، اس لیے نہیں کہ میں کوئی پرائم منسٹر ہوں، بلکہ اس لیے کہ جو بھی کوئی مجھے گلے ملتا ہے مجھے زور سے گدگدی ہونے لگتی ہے اور میری ہنسی نکل جاتی ہے۔ اس بار بھی مسجد کے مولوی صاحب جب ازراہ محبت مجھ سے "گھٹ" کے عید ملے تو ہنس ہنس کے میری "وکھیاں" درد کرنے لگ گئیں۔ میں اسی لیے تعزیتی پروگراموں میں بھی نہیں جاتا.....وہاں بھی جب کوئی مجھے گلے ملتا ہے تو میں "کھلکھلا کر" رونے لگتا ہوں۔

اللہ کرے کہ آپ سب کی عید خوش گزری ہو..... یقیناً گزری ہوگی.....لیکن پروٹوکول کے خلاف لگتا ہے کہ عید کا موقع ہو اور آپ کو خالی ہاتھ جانے دیا جائے لیجئے ایک پلیٹ سویوں کی قبول کیجئے یعنی!

ماسٹر صاحب نے بچوں سے کہا کہ جو کوئی اس سوال کا جواب دے گا اسے 10 روپے انعام دیا جائے گا....."سوال یہ ہے کہ اگر میں پانچ بجے صبح اٹھوں.....8 بجے ٹرین پر بیٹھوں.....9 بجے ناشتہ کروں.....10 بجے سو جاؤں.....11 بجے ٹرین سیٹی بجائے.....12 بجے میں ساہیوال پہنچوں تو بتاؤ میری عمر کتنی ہے؟؟؟"

ایک بچہ جلدی سے بولا....."پچاس سال....."

ماسٹر صاحب اس قدر صحیح جواب پر حیران و ششدر رہ گئے.....بچے کو قریب بلایا اور دس روپے انعام دیتے ہوئے بولے....."شاباش.....تم نے بالکل صحیح جواب دیا.....لیکن تمہیں کیسے پتا چلا کہ میری عمر 50 سال ہے؟....."

بچے نے معصومیت سے کہا....."ماسٹر جی! ہمارے محلے میں ایک آدھا پاگل رہتا ہے.....اس کی عمر 25 سال ہے.....!!"

☆☆☆

بش کے گلے میں بسکٹ

صدر بش کے گلے میں بسکٹ پھنس گیا اور وہ بے ہوش کر گر پڑے۔ خبر جنگل کی آگ کی طرح پوری دنیا میں پھیل گئی۔ کئی لوگ پوچھتے نظر آئے کہ کیا بسکٹ اسامہ نے بھیجا تھا؟..... صدر بش نے کہا ہے جب میں بے ہوش ہو کر گرا تو سب سے زیادہ تشویش میرے کتوں کو ہوئی۔ اللہ جانے بش صاحب کس کو گالی دے رہے ہیں کیونکہ اخباری اطلاعات کے مطابق سب سے زیادہ تشویش ان کے سیکورٹی گارڈز کو ہوئی۔ اس خبر کے بعد بہت سے لوگوں کو اطمینان ہو گیا ہے کہ امریکہ کا صدر بھی ایک عام انسان ہے..... وہ بھی بد احتیاطی کر سکتا ہے..... اس کو بھی چوٹ لگ سکتی ہے..... ورنہ میرے جیسے کئی یہی سمجھتے تھے کہ بش صاحب کو باتھ روم بھی جانا ہو تو وہ اپنے بجائے کسی ملازم کو بھیج دیتے ہیں۔

تصویر میں بش کا جو چہرہ دکھایا گیا ہے اس میں ان کے بائیں گال پر بڑا سا سرخ نشان ہے۔ بقول شاعر!

تیری آنکھوں میں سرخ دھاگے ہیں
رات کس کے نصیب جاگے ہیں

لیکن مجھے یقین ہے کہ کسی کے نصیب جاگنے کی بجائے سو گئے ہوں گے کیونکہ بش کی آنکھیں نہیں، گال لال ہے۔ بش کے بے ہوش ہونے کی خبر سنتے ہی میاں صاحب نے مجھے فون کیا!

''سنا ہے بش بسکٹ کھا کر بے ہوش ہو گیا؟''

''تو اور کیا وہ سیمنٹ کھا کر بے ہوش ہوتا؟''

''نہیں نہیں...... میں تو یہ پوچھنا چاہ رہا تھا کہ بے ہوش بش کی شکل کیسی لگ رہی تھی؟''

''ہوش مند بش سے خاصی بہتر تھی''...... میں نے کہا۔

میاں صاحب نے ایک طویل سانس لیا اور ریسیور رکھ دیا۔

قارئین انکل!...... مجھے حیرت ہے کہ سب لوگ بش کا حال پوچھ رہے ہیں، کسی نے ابھی تک یہ نہیں پوچھا کہ بے چاری بسکٹ پر کیا گزری...... آخر وہ بھی انسان ہے..... امریکی انتظامیہ سے میری التجا ہے کہ وہ بسکٹ کے بارے میں بھی عوام کو مطلع کریں کہ اس کی طبیعت اب کیسی ہے..... کیا وہ اب قابل استعمال رہا ہے یا ناپاک ہو گیا ہے۔

میں نے میاں صاحب سے پوچھا کہ بش کے بے ہوش ہونے پر اس کے کتے کیوں تشویش میں مبتلا ہو گئے تھے؟

''اطمینان سے بولے'' بھائی چارہ بھی کوئی چیز ہوتی ہے''۔

میں سوچ رہا ہوں کہ اگر میں موقع پر موجود ہوتا تو کیا کرتا...... بش صاحب کو ہوش میں لانے کے لیے ڈاکٹر نے بہت جتن کیے ہوں گے...... انہیں فوری طور پر ایمرجنسی میں لے جایا گیا ہوگا...... ان کے اردگرد...... ''ٹوٹیاں'' لگا دی گئی ہوں گی...... نرسیں انہیں پنکھا جھلنے لگ گئی ہوں گی...... وائٹ ہاؤس کا سٹاف ان کے پیروں کی مالش کرنے لگا ہوگا...... لیکن جناب اگر یہ لوگ تھوڑا سا خرچہ کر کے مجھے کال کر لیتے تو میں ایک منٹ میں بش کو ہوش میں لا سکتا تھا۔ میں نے کچھ بھی نہیں کرنا تھا...... صرف بش صاحب کے کان میں اتنا ہی کہنا تھا...... ''جانو!...... اٹھو...... دیکھو اسامہ چاچو آئے ہیں......''

میرے دوست سلمان ہاتف صاحب اس بات پر بضد ہیں کہ بش بسکٹ کی وجہ سے نہیں بلکہ ٹی وی پر فٹ بال میچ دیکھنے کی وجہ سے بے ہوش ہوئے۔ ان کا کہنا ہے کہ ممکن ہے تماشائیوں میں انہیں اسامہ نظر آ گیا ہو...... بھلا ایسے کیسے ہو سکتا ہے...... بش صاحب تو خود اتنے اچھے تماشائی ہیں...... انہیں بھلا تماشائیوں سے خوف کیوں آنے لگا...... اور ویسے بھی اگر اسامہ تماشائیوں میں بیٹھا ہوتا تو اس سے کیا خطرہ تھا...... ڈرنے کی بات تو اس وقت ہوتی اگر وہ تماشائیوں کی بجائے کھلاڑیوں میں شامل ہوتا۔

وائٹ ہاؤس کی انتظامیہ کو چاہیے کہ اگر واقعی بش صاحب کے گلے میں بسکٹ پھنس گیا تھا تو وہ آئندہ کے لیے بش صاحب کے گلے کی نالی کھلی کرنے کا بندوبست کریں۔ میں پھر حیران ہوں کہ جو شخص پورے کا پورا افغانستان کھا گیا...... اس کے گلے میں ایک بسکٹ کیسے پھنس گیا۔ ممکن ہے بسکٹ افغانستان سے بڑا ہو...... ہمارے محلے کا بدمعاش اکثر کڑک کر کہتا ہے...... ''اوئے میں تہر کھا جاواں تے ڈکار وی نہ لاں......''...... اور میں ہمیشہ اسے ہاتھ جوڑ کر سمجھاتا ہوں کہ جناب اسے بدمعاشی نہیں بدہضمی کہتے ہیں...... لگتا ہے بش صاحب کو بھی بدہضمی شروع ہو گئی ہے۔ بدمعاشی کے بعد اکثر ایسی بدہضمی ہو جاتی ہے۔

☆☆☆

ایک حیرت انگیز ایجاد

کچھ لوگ بڑے سائنسی دماغ کے ہوتے ہیں، دماغ کے ساتھ ساتھ ان کا دل بھی انہیں اطمینان دلاتا رہتا ہے کہ وہ نیوٹن سے کم نہیں۔ یہ سائنسدان ایجاد کرتے نہیں، ان سے سرزد ہو جاتی ہے۔ یہ سر سے بڑے ہوتے ہیں اور اچانک ہارٹ اٹیک کی گولی بن جاتی ہے۔ میں یہ سب اس لیے بھی بتا رہا ہوں کہ کل میں نے ایک نہایت حیرت انگیز پاؤڈر دیکھا۔ اطمینان رہے کہ اٹھرا کس نہیں تھا...... لیکن میں اس کے بنانے والے پر حیران ہوں کیونکہ اتنی بے شمار خوبیوں والا پاؤڈر اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں دیکھا۔

ہوا یہ کہ میں اسلام آباد سے ملتان آ رہا تھا۔ ہمیشہ کی طرح اپنی سیٹ چھوڑ کر ٹرین کے دروازے میں آ کھڑا ہوا۔ میں ایسا اس لیے بھی کرتا ہوں کہ یہاں مجھے بہت سے کردار مل جاتے ہیں۔ دوسری بیماری مجھے یہ ہے کہ میں ٹرین کے سفر میں کھانے پینے کی کوئی چیز ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ میرے ڈبے میں امرودوں والا آ جائے...... مونگ پھلی...... قلفی...... بوتل...... کھانا...... چنے...... حتیٰ کہ ٹافیوں والے بھی آ جائے تو میرے منہ میں پانی آ جاتا ہے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ جھپٹا مار کر اس کی ساری ٹافیاں چھین لوں۔ چونکہ ایسا ممکن نہیں ہوتا اس لیے میں بڑا محتاط طریقہ اختیار کرتا ہوں۔ میں جس حلیے میں ہوتا ہوں اس میں بندہ ٹافیاں خریدتے اور کھاتے ہوئے عجیب سا لگتا ہے لہٰذا میں آس پاس کی سیٹ کے کسی بچے کو اپنا دوست بناتا ہوں...... پھر اس کے لیے ڈھیر ساری ٹافیاں خریدتا ہوں، یہ اور بات ہے کہ بچے کو ٹافیوں میں سے اتنا ہی حصہ ملتا ہے جتنا مولویوں کو آج کل حکومت میں مل رہا ہے۔ کئی دفعہ بچے کے ماں باپ مجھے بردہ فروش تصور کرتے ہوئے بڑی مشکوک نگاہوں سے دیکھتے ہیں لیکن مجھے اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ میں بعد میں ریوڑیاں...... آلو کی ٹکیاں...... سموسے...... وغیرہ اطمینان سے اکیلا ہی ہڑپ کر سکتا ہوں۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ ٹرین ہی کے ایک سفر میں، میں نے پھیری والے کے پاس رنگیلی سونف دیکھی تو میرا دل مچل اٹھا...... میں نے اس سے سونف کا ایک پیکٹ مانگا...... اس مردِ مجاہد نے مجھ سے دو روپے کی خطیر رقم وصول کی اور ایک چھوٹا سا ''فیڈر'' میرے ہاتھ میں پکڑا دیا جس میں سونف بھری ہوئی تھی۔ کافی دیر تک مجھے اس کا طریقہ استعمال ہی سمجھ میں نہ آیا۔ بعد میں پتہ چلا کہ فیڈر اوپر سے کھل جاتا ہے...... سبحان اللہ...... کیا سائنس ہے......!!!

اس بار یہ ہوا کہ جیسے ہی ٹرین ساہیوال پہنچی...... ایک صاحب بڑا سا بکسہ اٹھائے اندر داخل ہوئے...... ایک طائرانہ سی نظر حاضرین پر ڈالی...... پھر بیگ اتار کر ایک برتھ سے لٹکایا اور گلہ پڑھتے ہوئے گویا ہوئے......

''میری بہنو تے بھائیو!...... میں کوئی حکیم نہیں...... میں کوئی ڈاکٹر نہیں...... میں کوئی سنیاسی نہیں...... میں کوئی عامل نہیں...... عرصہ دس سال سے اسی اسٹیشن پر رزق حلال کما رہا ہوں...... میری بہنو...... میرے بھائیو!...... میں آپ کے لیے ایک تحفہ خداوندی لایا ہوں...... زیادہ تفصیل میں نہیں جاؤں گا...... یہ پاؤڈر جو آپ میرے ہاتھ میں دیکھ رہے ہیں...... یہ بہت انمول ہے...... اس کے فائدے ملاحظہ ہوں...... میرے جس بہن

بھائی کے دانت میلے ہوں...... مسوڑھوں سے خون آتا ہو...... منہ سے بدبو آتی ہو...... اس پاؤڈر کو لگائیں...... انشاءاللہ پانچ منٹ میں فرق محسوس کریں گے...... اس کے علاوہ اس پاؤڈر کو زخموں پر بھی لگایا جاسکتا ہے...... پانی میں بھگو کر خضاب کی جگہ بھی استعمال کرسکتے ہیں۔ اس سے جوتے بھی پالش ہوجاتے ہیں...... فرنیچر بھی چمکایا جاسکتا ہے...... آنکھیں بھی دھوئی جاسکتی ہیں...... کیرم بورڈ میں بھی استعمال کیا جاسکتا ہے...... بھینس کو چارے میں ملا کر دیں تو وہ ایک سیر زیادہ دودھ دے گی...... بچے بچیوں کی شادیاں نہ ہو رہی ہوں تو بھی یہ بڑا کارآمد ہے...... قیمت صرف پانچ روپے...... پانچ روپے...... پانچ روپے......!!!"

میں نے ڈرتے ڈرتے پانچ روپے نکالے اور اس کی طرف بڑھاتے ہوئے پوچھا...... "کوئی اور بھی فائدہ ہے اس پاؤڈر کا؟"

اس نے جھپٹ کر میرے ہاتھوں سے نوٹ اچکا اور ایک چھوٹی سی ڈبی میرے ہاتھ میں پکڑاتے ہوئے بولا...... "ہاں...... ہے...... لیکن تمہارے کام کا نہیں!!!"

میں نے واپسی پر وہ پاؤڈر اپنے ایک دوست کو گفٹ کردیا جسے نت نئے منجن کرنے کا بہت شوق ہے۔

آخری اطلاعات آنے تک وہ تاحال بولنے سے قاصر ہے...... تاہم اس کی آنکھوں سے ایسی ایسی گالیاں نکل رہی ہیں جو یہاں درج نہیں کی جاسکتیں......!!!

☆☆☆

طریقے

کچھ لوگ ہمیشہ الٹے کام کرتے ہیں۔ جان بوجھ کر نہیں بلکہ ان کی عقل کا تقاضا یہی ہوتا ہے کہ وہ الٹا سنتے ہیں۔ امریکہ بھی ان میں شمار ہوتا ہے۔ جب اسے رپورٹ ملی کہ "دہشت گرد عربی ہیں" تو اس نے اسے یوں سنا کہ "عربی دہشت گرد ہیں"...... جب اسے آواز آئی کہ "اسامہ افغانستان کی وجہ سے قائم ہے" تو اس نے سنا کہ "افغانستان اسامہ کی وجہ سے قائم ہے"...... یوں اس کے اہداف بھی بدلتے گئے۔ کہتے ہیں کہ ایک کمپنی نے مشہوری کے لیے ایک عجیب و غریب طریقہ نکالا...... انہوں نے دو کمرے بنوائے ایک میں شیر اور ایک میں خوبصورت لڑکی بند کر دی اور اعلان کیا جو شخص شیر کی آنکھیں نکال کر لائے گا اسے یہ خوبصورت لڑکی انعام میں دی جائے گی اور ساتھ میں ایک لاکھ روپیہ بھی ملے گا۔ بہت سے لوگ لالچ میں آئے اور شیر کے ہاتھوں مارے گئے۔ ایک خان صاحب بھی قسمت آزمانے پہنچے۔ پندرہ منٹ بعد جب وہ شیر کے کمرے سے نکلے تو لہولہان تھے اور ان کے پورے جسم پر خراشیں ہی خراشیں تھیں...... باہر آتے ہی انہوں نے ادھر ادھر دیکھا اور ہانپتے ہوئے بولے "کہاں ہے وہ لڑکی جس کی آنکھیں نکالنی ہیں"۔

بالکل اسی طرح امریکہ بھی کہہ سکتا ہے کہ ہم نے افغانستان میں ہزاروں لوگ مار دیے۔ ہزاروں بچوں پر بم مارے...... اب بتائیں القاعدہ کہاں ہے!!!

اماں جیراں مجھ سے پوچھنے لگی کہ امریکہ کہاں رہتی ہے؟

میں نے کہا "اماں...... امریکہ کسی ایک جگہ نہیں رہتا...... وہ بیک وقت سعودی عرب میں بھی رہتا ہے...... فلسطین میں بھی...... پاکستان میں بھی اور افغانستان میں بھی......"

اماں جیراں تنور میں روٹیاں لگاتے لگاتے رک گئی اور پیڑا ایک طرف رکھ کر حیرانی سے بولی "اے ہے...... کیا وہ خدا ہے؟"

میں ہنس پڑا...... "اماں ہر جگہ موجود رہنے کی طاقت خدا کے علاوہ شیطان کے پاس بھی تو ہے ناں!"

"تو کیا امریکہ شیطان ہے؟" اماں نے سیاسی سوال کیا۔

میں نے محتاط نظروں سے ادھر ادھر دیکھا اور آہستہ سے کہا...... "امریکہ شیطان نہیں بلکہ شیطان امریکہ ہے"۔

"ہائے میں مر گئی......" اماں کانپ گئی...... "پتر!...... بچ کے رہنا شیطان جہاں جاتا ہے دوسروں کو بھی اپنے جیسا بنانے کی کوشش کرتا ہے"۔

اماں کی بات نے مجھے وہ وقت یاد دلا دیا جب ایک شخص کو سخت بھوک لگی تھی، وہ دوسرے شہر میں تھا اور جیب کٹ چکی تھی...... اس نے بڑے لوگوں سے کھانے کی التجا کی لیکن کہیں سے بھی دادرسی نہ ہوئی۔ مجبور ہو کر اس نے پانچ چھ لکڑیاں لے کر ان کے اوپر اپنی چادر ڈالی اور بین شروع

کردیا۔قریب سے گزرنے والوں نے پوچھا......کیا ہوا؟روتے ہوئے بولا......"میرا بچہ مرگیا ہے اس کے کفن دفن کا انتظام کرنا ہے"۔

لوگوں نے ازراہ ہمدردی کافی سارے پیسے دے دیے۔اس نے جی بھر کر روٹی کھائی۔پیٹ بھرتے ہی جذبہ ایمانی جاگ اٹھا اور اس نے شیطان کو گالی دیتے ہوئے کہا"بد بخت!یہ تو نے مجھ سے کیا کروایا......!!!"

فوراً میں شیطان انسانی شکل میں حاضر ہوا اور ایک زوردار تھپڑ اس شخص کے منہ پر مارتے ہوئے بولا"الو کے پٹھے......الزام شیطان کو دیتے ہو......یہ طریقہ تو مجھے بھی نہیں آتا"۔

تو بھئی قارئین!کوشش کیجئے کہ امریکہ کو ایسے طریقے نہ بتائے جائیں جو اسے خود بھی نہ آتے ہوں۔

☆☆☆

اماں جیراں

میرے فلیٹ کے بالکل اوپر والا فلیٹ اماں جیراں کا ہے۔اماں جیراں کے بارے میں کسی کو کچھ معلوم نہیں کہ وہ کہاں سے آئی ہے اور کون ہے۔خود اماں بھی اس بات سے لاعلم ہے۔اماں کے تاریخی ہونے کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ مشہور جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بنایا تو فرشتوں نے اماں جیراں کو دیکھ کر حیرانی سے کہا۔

"یا اللہ یہ کون ہے؟"

اماں جیراں کے بارے میں میرے اس تمہیدی بیان سے یہ مراد مت لی جائے کہ اماں کوئی سائنس ٹائپ چیز ہے، ہرگز نہیں۔اماں جیراں بلڈنگ کی سب سے چالاک اور ہوشیار مائی ہے۔وہ بیک وقت لیڈی ڈاکٹر، پلمبر، دھوبن، باورچی اور چوکیدار ہے۔اماں کو سب پتہ ہے کہ کس فلیٹ میں کون سالا کا شریف ہے اور کون بدمعاش۔میرے متعلق اس کی رائے کہ میں شریف بدمعاش ہوں (تھینک یو اماں)۔رات کے تین بجے، سخت سردیوں میں جب آپ کو گرم انڈے چاہئے ہوں تو آپ یقیناً اماں جیراں کو یاد کریں گے۔اس لئے نہیں کہ اماں جیراں انڈے بیچتی ہے بلکہ اس لئے کہ گرم انڈا چھیلنے میں اس کا جواب نہیں۔کوئلے کی طرح گرم انڈا دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر یوں اطمینان سے چھیلتی ہے کہ لگتا ہے انڈا برف کا بنا ہوا ہے۔بچوں کو نہلانے میں اماں جیراں کا ثانی نہیں۔فلیٹ والوں کے میلے کچیلے بچوں کو نہلا دھلا کر ایسے بنا دیتی ہے کہ کئی دفعہ ان کے ماں باپ انہیں پہچاننے سے انکار کر دیتے ہیں۔اماں کی اس صفائی پسندی کی وجہ سے مجھے کئی دفعہ شک پڑا کہ اماں یقیناً "سرف والوں کی ایجنٹ" ہے۔

اماں بہت بڑی سیاستدان بھی ہے۔فلیٹوں میں لڑائیاں ڈلوانا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔بلاوجہ خاوندوں کے کانوں میں بات ڈال دے گی کہ یہ جو تمہارے گھر میں روزانہ مرغی پکتی ہے یہ مرغی خانے والا مفت دے کر جاتا ہے۔کبھی کہے گی کہ یہ جو بجلی والا لڑکا روزانہ آتا ہے یہ بجلی کی اپنی لائن سیٹ کرنے آتا ہے۔اگرچہ فلیٹوں کے لوگ اماں کی طبیعت کو اچھی طرح جانتے ہیں پھر بھی وہ بات کچھ اس طرح سے کرتی ہے کہ خواہ مخواہ شک کرنے کو جی چاہتا ہے۔مجھ سے بھی ایک دفعہ کہنے لگی۔

"اے پتر! اتنے عرصے سے تیری بیوی واپس نہیں آئی یقیناً ذحیٹ بن گئی ہوگی، طلاق دے اور معاملہ ختم کر"۔

مجھے بھی یکدم غصہ آ گیا، بات تو ٹھیک تھی اماں کی، پہلے تو میں نے سوچا کہ اسی وقت طلاق دینی چاہیے پھر کھسیانہ ہو کر بیٹھ گیا کہ ابھی تو شادی ہی نہیں ہوئی۔

اماں جیراں میں ایک بات بہت عجیب ہے۔لڑائی بھی خود کرواتی ہے اور صلح کے لئے بھی خود ہی بے چین ہوتی ہے۔

میں نے کئی دفعہ اماں سے پوچھا کہ اماں یہ سب کچھ کیا کرتی ہو، آگ بھی خود لگاتی ہو، بجھاتی بھی خود ہو.....آخر کیوں؟"

پچھلے ہفتے میں نے پھر اماں سے یہی سوال کیا۔ پہلے تو اماں بات گول کرتی رہی پھر اچانک میرے پاس آبیٹھی، میرے ماتھے کو چوما، سر پہ ہاتھ پھیرا اور بولی۔

''ایسا نہ کروں تو یہ لوگ منافق بن جائیں گے''۔

''کیا مطلب'' میں حیرت سے بولا۔

اماں کی آنکھوں میں ستارے جھلملانے لگے''پتر! لڑائی اس لیے ڈلواتی ہوں کہ میرے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا تھا......اور صلح اس لئے کرواتی ہوں کہ ان کے ساتھ بھی یہی کچھ نہ ہو جائے......ویسے بھی پتر......لوگ آپس میں ناراض نہ ہوں تو منافق بن جائیں......اچھا اب میں چلتی ہوں......مرزا صاحب کے کان میں بات ڈالنی ہے کہ ان کی بیوی روز نئے کپڑے کیوں پہنتی ہے......''

☆☆☆

مردمار بیویاں

میرے ایک "فلیٹ فیلو" ظہور صاحب اپنی بیگم سے بہت تنگ ہیں۔ اس وجہ سے جاسوسی ڈائجسٹ کے باقاعدہ قاری بن گئے ہیں۔ میں نے پوچھا "بیوی سے ناراضی کا جاسوسی ڈائجسٹ سے کیا تعلق؟"

پراسرار انداز میں بولے "اس میں بیویوں کو مارنے کے نت نئے طریقے دیئے جاتے ہیں"۔

ظہور صاحب کی بیوی اصل میں ظہور صاحب کا خاوند ہے، چونکہ اس نے بچے پیدا کئے اس بناء پر دنیا نے اسے عورت ہونے کی سند عطا کی ہے ورنہ وہ ہر لحاظ سے مرد ہے۔ ظہور صاحب بیوی سے اس قدر تنگ ہیں کہ طلاق دینے کا سوچ بھی نہیں سکتے۔ ایک دن مجھ سے پوچھنے لگے کہ میں کس طرح اپنی بیوی کو اذیت دے سکتا ہوں؟"

میں نے کہا اس کی "چیچی انگلی" پر زور سے دندی کاٹ لیں۔

ظہور صاحب کانپ گئے..... "نہیں نہیں، بعد میں وہ یہی عمل میرے جسم پر بھی آزما سکتی ہے"۔

قارئین جی! بیویوں سے مار کھانے والوں سے دنیا بھری ہوئی ہے۔ امریکہ سے شائع ہونے والی ایک تازہ رپورٹ کے مطابق 2000ء میں لگ بھگ ڈیڑھ ہزار سے زائد شوہروں نے اپنی بیویوں سے "گیدڑ کٹ" کھائی جن میں دو سو سے زائد کو ایمرجنسی وارڈ میں داخل کروانا پڑا جبکہ سترہ افراد زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے ہلاک ہو گئے۔ یہ مسئلہ صرف امریکہ کا ہی نہیں ہمارا بھی بنتا جا رہا ہے۔ 1999ء کے ایک جائزے کے مطابق پنجاب کی عورت دیگر صوبوں کی عورتوں کی نسبت زیادہ "جابر" ثابت ہوئی ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ یہ عورت جو کبھی "صابر" ہوتی تھی آج "جابر" کیسے ہو گئی؟ ثابت ہوا کہ وقت پڑنے پر عورت بھی مرد بن سکتی ہے۔ آج بھی ہمارے ملک میں لاتعداد گھرانے ایسے ہیں جہاں مرد کی حیثیت "آئین" جیسی ہے اور سارا حکم عورت کا چلتا ہے۔ بے شمار مرد بیویوں سے مار کھاتے ہیں لیکن شرمندگی کے باعث کسی سے تذکرہ نہیں کرتے۔ ان میں وہ مرد سرفہرست ہیں ان کی بیویاں کام کرتی ہیں اور وہ گھروں میں آرام کرتے ہیں۔ میرے والے ظہور صاحب کا خیال ہے کہ بیوی اگر زیادہ جھگڑالو ہونے لگے تو فوراً اس کی شادی کر دینی چاہیے۔

مسز قارئین! عورت جھگڑالو ضرور ہوتی ہے مگر ظالم نہیں۔ میں نے اکثر جھگڑالو عورتوں کو عجیب رنگ میں دیکھا ہے۔ ساس اور بہو کے جھگڑے میں دونوں فریق ایک دوسرے کو الزام ٹھہراتے ہیں لیکن دونوں میں سے ایک بھی خدا کی قدرت سے فوت ہو جائے تو دوسرے کو چپ سی لگ جاتی ہے۔ ظہور صاحب اپنی بیوی سے جتنی مار کھاتے ہیں اسے دیکھ کر میں اکثر سوچتا ہوں کہ عورتوں کے لئے تو دارالامان ہیں لیکن مرد اگر گھر سے نکال دیئے جائیں تو وہ کہاں جائیں گے۔ کیا حکومت یہ بھی نہیں کر سکتی کہ مردوں کے لئے دارالامان ہی بنوا دے ویسے تو پوری قوم ہی دارالامان کی متقاضی ہو رہی ہے لیکن میں فی الحال مردوں کی سفارش کر رہا ہوں۔

☆☆☆

الہام

الہام کا شوقین ایک شخص پیر صاحب کے پاس گیا اور عرض کیا کہ مجھے الہام سکھا دیں تاکہ مجھے ہونے والی باتوں کا اشارہ پہلے ہی ہو جائے۔ پیر صاحب کائیاں تھے، بولے "ٹھیک ہے۔۔۔۔ لیکن پہلے دو بکرے اور چار کلو مٹھائی لے کر آؤ"۔

وہ شخص بھاگا بھاگا گیا اور مطلوبہ چیزیں لے آیا۔۔۔ پیر صاحب نے کہا۔۔۔ "اب تم جاؤ۔۔۔ کچھ دنوں تک تمہیں الہام ہونا شروع ہو جائے گا"۔

ایک ہفتے بعد وہ شخص دوبارہ حاضر ہوا اور عرض کی کہ پیر صاحب ابھی تک الہام شروع نہیں ہوا۔

پیر صاحب نے پھر کچھ پڑھ کر اس پر پھونکا اور دو سوٹ ہوگئی، ایک سیر حلوہ اور دس کلو دیسی گھی لانے کے لئے کہا۔۔۔ چیزیں فوراً آ گئیں۔

پیر صاحب پھر بولے "جاؤ۔۔۔ اب عنقریب تمہیں الہام شروع ہو جائے گا"۔

مزید ایک ہفتے بعد وہ پھر آیا اور الہام نہ ہونے کی شکایت کی۔ پیر صاحب نے پھر کچھ نئی چیزیں منگوائیں اور اسے عنقریب الہام ہونے کی خوشخبری سنائی۔

جب دو ماہ گزر گئے اور الہام کا دور دور تک نشان دکھائی نہ دیا تو ایک شام اس شخص نے پیر صاحب کے آستانے پر آ کر بڑے غصے سے کہا "پیر صاحب! میں اب تک ہزاروں روپے آپ پر لٹا چکا ہوں۔۔۔ لیکن ابھی تک مجھے الہام نہیں ہونا شروع ہوا۔۔۔ آخر کیوں؟؟؟"

پیر صاحب نے غور سے اس کی طرف دیکھا، پھر بولے۔۔۔ "آج تمہیں لازمی الہام ہوگا۔۔۔ جاؤ اپنی بیوی کو لے کر آؤ۔۔۔ فوراً"

بندہ بھاگا بھاگا گیا اور اپنی بیوی کو لے کر آیا۔۔۔

پیر صاحب بولے۔۔۔ "ایک نکاح خواں کو بھی لے آؤ"

حکم کی تعمیل ہوئی۔۔۔ پھر ارشاد ہوا۔۔۔ "چھوہارے منگواؤ"۔

وہ شخص کھٹکا اور آہستہ سے بولا "پیر صاحب۔۔۔ کہیں آپ میری بیوی سے نکاح تو نہیں پڑھوانے لگے؟"

پیر صاحب خوشی سے اچھلے۔۔۔ "دیکھا۔۔۔ ہوا نا الہام!!!"

☆☆☆

محترم قارئین! آج کل ایسے ہی الہام حکومت کو بھی ہو رہے ہیں، مثلاً یہ کہ کہیں لوگ اس کے خلاف تو نہیں ہو رہے۔۔۔ کہیں لوگوں کا حکومت پر سے اعتماد تو نہیں اٹھ رہا۔۔۔ یہ الہام کی وہ صورت ہوتی ہے جو ایسے انسانوں کو عطا کی جاتی ہے جنہیں الہام سیکھنے کا بہت شوق ہو۔۔۔ مثلاً میرے "ہم فلیٹ" ایک صاحب کو روزانہ الہام ہوتا ہے کہ آج بھی سورج مشرق سے ہی نکلے گا۔۔۔ اور حیرت کی بات ہے کہ ان کا یہ الہام ہمیشہ ٹھیک ثابت ہوتا

ہے۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں اور میرا بیٹا دونوں ولی ہیں۔ دوسرے نے حیرانی کا اظہار کیا تو پہلے والے نے دلیل دیتے ہوئے کہا "دیکھو...... میں کہتا ہوں کہ بارش ہوگی...... میرا بیٹا کہتا ہے نہیں ہوگی...... کبھی اس کا کہا ٹھیک نکل آتا ہے، کبھی میرا......"

اس لحاظ سے پوری قوم ہی ولی کہلانے کی لائق ہے (براہ کرم ولی سے مراد ولی خان نہ لیا جائے)۔ کچھ کہتے ہیں حکومت ٹھیک ہے...... کچھ کہتے ہیں برداشت کر رہے ہیں...... کچھ کہتے ہیں مہنگائی بڑھی ہے...... کچھ کہتے ہیں کنٹرول ہوگئی ہے...... کچھ کہتے ہیں ڈالر آئے ہیں...... کچھ کہتے ہیں...... "ڈالروں والے" آئے ہیں...... کچھ کہتے ہیں جہاد صرف کشمیر میں ہوسکتا ہے...... کچھ کہتے ہیں افغانستان اور فلسطین میں بھی جائز ہے...... کچھ کہتے ہیں بے نظیر نے آنے والے کے لیے سوٹ کیس تیار کرلیا ہے...... کچھ کہتے ہیں جیل میں سوٹ کیس نہیں لے جانے دیتے...... کچھ کہتے ہیں اگلے سال سے سود ختم ہو جائے گا...... کچھ کہتے ہیں سود ختم ہو جائے گا Interes رہے گا...... کچھ کہتے ہیں دوسرے ملک سے جنگ ہوگی...... کچھ کہتے ہیں اپنے ہی ملک سے ہوگی......

یقیناً یہ سب ولی ہیں...... ویسے میاں صاحب کہتے ہیں کہ ان میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ساری باتیں ٹھیک کہہ رہے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ ولی نہیں۔

میں نے پوچھا "پھر وہ کون ہیں؟"

اطمینان سے بولے "عام سے عوام ہیں...... لیکن انہیں "الہام" ہوتا ہے۔

☆☆☆

بھوکے لوگ اور تابعدار بیوی

کچھ لوگ بھوک کے معاملے میں بڑے کمزور دل ہوتے ہیں۔ اگرچہ مجھے بھی بھوک لگی ہوئی ہو تو میں دوست دشمن کی تمیز بھول جاتا ہوں، لیکن قبلہ چوہدری صاحب اس معاملے میں خاصے نازک مزاج واقع ہوئے ہیں۔

چوہدری صاحب کو کھانے کا اتنا شوق ہے کہ اور کچھ نہ کھانے کو ملے تو قسمیں ہی کھاتے رہتے ہیں۔ ویسے تو وہ "خار" بھی کھاتے ہیں لیکن سردست میں ان کی شکم پرست طبیعت کا ایک چھوٹا سا نمونہ پیش کرنا چاہتا ہوں...... چوہدری صاحب کو آلو بہت پسند ہیں...... وہ آلو کھاتے بھی ہیں اور سجاتے بھی ہیں، اپنے گھر کے مختلف کونوں میں انہوں نے آلو سجا رکھے ہیں...... "آلو رکھنے" میں ان کا کوئی ثانی نہیں...... آلو کے علاوہ انہیں "عجیب الطرفین" سبزیاں بہت پسند ہیں...... گوشت پسند نہیں کرتے، کہتے ہیں گوشت کھانے سے انسان کی بھوک مر جاتی ہے۔ چوہدری صاحب کے کھانے کے متعلق مشہور ہے کہ عام بندہ "رج" کے کھانا چھوڑتا ہے...... چوہدری صاحب "تھک" کے بنتے ہیں۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ اتنا زیادہ کھانے کے باوجود ان کا پیٹ کنٹرول میں ہے۔ میں نے ایک دفعہ پوچھا کہ چوہدری صاحب! آپ اتنا زیادہ کھاتے ہیں، پھر بھی موٹے نہیں ہوتے، اس کی کیا وجہ ہے؟ چوہدری صاحب سبزی کی "برکی" منہ میں ڈالتے ہوئے بولے...... دل لگا کر کھانے سے پیٹ نہیں بڑھتا......"

مجھے ان کی یہ منطق سمجھ نہ آئی...... میں نے اپنی کم علمی کا اعتراف کیا اور تفصیل مانگی!

گھور کر بولے...... "یہ ایک راز ہے"۔

میں نے کہا...... "پھر تو ضرور بتایئے!"

جھوم کر بولے...... "تمہارے ہی لیے رکھا ہے، لے لینا جواں ہو کر"

قارئین! چوہدری صاحب یہ راز بتائیں نہ بتائیں لیکن مجھے اتنا ضرور اندازہ ہے کہ موٹاپے کا تعلق کھانے سے نہیں، مزاج سے ہوتا ہے۔ آپ کسی بھی موٹے بندے کو دیکھ لیجیے، آپ کو 80 فیصد موٹے بندے بڑے خوش مزاج ملیں گے...... یہ مشاہدہ ہی نہیں، تجربہ بھی ہے...... مسکراہٹ صرف خون ہی نہیں، گوشت بھی بڑھاتی ہے...... میاں صاحب نے جب سے میری یہ بات سنی ہے وہ نہایت رنجیدہ ہیں، میں نے سبب پوچھا تو کہنے لگے...... "میری بھینس بہت پتلی ہے، کاش وہ بھی ہنس کر اپنا وزن بڑھا سکتی...... "خواتین شاید یہ جملے پڑھ کر آئندہ کے لیے ہنسنے سے توبہ کریں، اب ایسی بات بھی نہیں، مجھے فلیٹیز ہوٹل لاہور کی وہ تقریب یاد آ گئی ہے، جس میں عطاء الحق قاسمی نے کہا تھا کہ خواتین نے کبھی کوئی اچھی مزاحیہ چیز تخلیق نہیں کی......"

اس پر بشریٰ رحمان نے فوراً کہا تھا کہ "خواتین کی سب سے مزاحیہ تخلیق مرد ہیں"۔

اس وقت جس قسم کے حالات جا رہے ہیں ان میں تو کوئی قہقہہ مار کر ہنسے تو اسے سن کر لگتا ہے "مشین گن" سٹارٹ ہو گئی ہے۔ اللہ کرے

کہ ہماری خوش مزاجیاں واپس لوٹ آئیں ورنہ ہم لوگ تو جنسنے میں بھی تابعداری سے کام لینے لگے ہیں۔

تابعداری سے یاد آیا...... ایک مولوی صاحب نے بڑی کوشش کے بعد شادی کرلی۔ شادی کے دوسرے روز رات کو بیوی سے کہنے لگے...... "ایک گلاس پانی تو پلا دو" ...... بیوی پانی لینے گئی تو مولوی صاحب کو نیند آ گئی...... صبح جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ بیوی پانی کا گلاس سرہانے لیے کھڑی ہے...... مولوی صاحب بہت خوش ہوئے کہ کتنی نیک اور وفا شعار بیوی ملی ہے۔ اگلی رات انہوں نے بیوی سے کہا کہ میرے پاؤں دبا دو...... بیوی نے پاؤں دبانے شروع کر دیے...... مولوی صاحب کو پھر نیند آ گئی...... صبح پھر جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ بیوی اسی طرح پاؤں دبا رہی ہے...... مولوی صاحب خوشی سے پاگل ہو گئے...... اگلی رات انہوں نے کہا کہ میرے سر میں تیل لگا دو...... بیوی تیل لگانے لگی...... مولوی صاحب پھر سو گئے...... صبح اٹھے تو بیوی اسی طرح ان کے بالوں میں مالش کر رہی تھی۔ مولوی صاحب کے منہ سے بے اختیار سبحان اللہ نکل گیا...... پھر وہ بڑے پیار سے بولے...... "مجھے یقین نہیں تھا کہ مجھے ایسی وفا شعار اور فرمانبردار بیوی ملے گی...... میں بہت خوش ہوں...... مانگو کیا مانگتی ہو؟؟؟"

بیوی سر جھکا کر بولی...... "سرکار مجھے طلاق دے دیں"۔

☆☆☆

سلانے والی فلمیں

اداکارہ زیبا بختیار نے کہا ہے کہ "بابو" کی ناکامی کے بعد اب میں بین الاقوامی معیار کی فلم بناؤں گی۔ بقول زیبا بختیار اب شائقین کا مزاج بدل رہا ہے۔ زیبا بختیار کا شمار ہمارے ملک کی ان اداکاراؤں میں ہوتا ہے جنہیں ہم پیار سے "آنٹی" کہتے ہیں۔ اس وقت فلم انڈسٹری میں بے شمار "آنٹی ہیروئنیں" موجود ہیں جن میں زیادہ تر "آنٹی کرپشن" ہیں۔

میرے قارئین میں جو لوگ کبھی سٹوڈیو گئے ہوں گے وہ تائید کریں گے کہ سٹوڈیو ایک ڈھکی چھپی "منڈی" بنے ہوئے ہیں۔ ہر بندہ ایسی ایسی چھوڑتا ہے کہ پکڑی بھی نہیں جاتی۔ چھ سال سے ادھار روٹی کھانے والا بھی آپ سے کہے گا "فی الحال تو فلموں میں بہت مصروف ہوں"۔ تعلیم کی درگت بنتی دیکھنی ہو تو سٹوڈیو تشریف لایئے ایک معروف فلمی اداکارہ سے میں نے پوچھا کہ "آپ کی Activities کیا ہیں؟"

جواب ملا "ہم دو بہنیں اور تین بھائی ہیں"۔

میں نے کہا "بی بی میں نے آپ کی Activities پوچھی ہیں آپ کے والد کی نہیں"۔

فلم انڈسٹری میں آنے والی وہ لڑکیاں جو "پیدائشی لڑکیاں" ہوتی ہیں، بالکل مردوں کی طرح ملتی ہیں، ہاتھ میں سگریٹ، منہ میں پان، زبان پر گالیاں۔

قارئین صاحب! سینماؤں میں پیار کے بول بولنے والی ان اداکاراؤں کو آپ عملی زندگی میں ایک نظر بھی دیکھ لیں تو آپ کے 32 طبق روشن ہو جائیں...... فلم انڈسٹری منافقت اور طمع کاری کی ایسی دنیا ہے جہاں آپ کو ہر شخص کسی نہ کسی نقاب میں ملے گا۔ ریما نے ایک دفعہ لندن کے ایک شو میں ایک دولتمند شخص کے پانچ ہزار ڈالر یہ کہہ کر واپس کر دیئے کہ ڈانس ہی دیکھنا ہے تو اپنی بیٹی سے کہو۔ یہ جملہ ریما نے ہر محفل میں سب کو سنایا اور داد چاہی۔ میں حیران ہوں کہ ریما اگر سینما سکرین پر سینکڑوں لوگوں کے سامنے اور دوران شوٹنگ بیسیوں افراد کے سامنے رقص کر سکتی ہے تو لندن میں اگر کسی نے اس سے فرمائش کر دی تو کیا برا کیا۔ میرے ایک صحافی دوست نے فلم انڈسٹری کے سکینڈلز کے حوالے سے ایک کتاب چھاپی تھی، بعد میں اس کے گھبرائے ہوئے فون آنے لگے کہ کچھ لوگ مجھے مارنے کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔ میں نے کہا حوصلہ رکھو، فلم والے مارتے نہیں، ذلیل کرتے ہیں...... کچھ عرصہ بعد میرا کہا سچ ثابت ہوا، موصوف ایک نیم اداکارہ کی زلفوں کا شکار ہوئے اور شادی رچالی۔ آج کل اداکارہ صاحبہ تو دوبارہ "اپنے کام" پر چلی گئی ہیں جبکہ یہ منیاری کی دکان کھولنے کا سوچ رہے ہیں۔ اصل میں ہر فلم میکر شائقین کے مزاج کی فلم بنانا چاہتا ہے۔ میں نے میاں صاحب سے پوچھا کہ ہمیں کیسی فلمیں بنانی چاہئیں۔

اطمینان سے بولے "بغیر آواز کی"۔

''کیا مطلب!!!'' میں چونک اٹھا۔

کہنے لگے'' جس طرح چارلی چپلن یا قیام پاکستان سے پہلے فلمیں بنتی تھیں۔ خاموش فلموں کا ایک فائدہ ہوتا ہے ناں کہ دوران فلم آپ اطمینان سے سو سکتے ہیں''۔

☆☆☆

مولانا بکری خان

کچھ لوگ وقت اور حالات کا فائدہ اٹھاتے ہیں اور خوش قسمتی سے ایسے لوگوں کا وقت بھی ساتھ دیتا ہے۔ پاکستان میں جو لوگ حکومت مخالف تھے انہوں نے وقت اور حالات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے افغانستان جنگ کو بطور ڈھال استعمال کرتے ہوئے ملک میں عجیب طرح کی فضا پیدا کرنے کی کوشش کی۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نہ امریکہ کی طرف ہیں، نہ افغانستان کی طرف، نہ پاکستان کی طرف اور شاید اپنی طرف بھی نہیں۔ اس طرح کے لوگوں کو مجمع جمع کرنے کا اچھا خاصا گر آتا ہے۔ ان لوگوں کی ہمیشہ سے یہ عادت رہی ہے کہ یہ ملک میں کسی بھی قسم کی ایجی ٹیشن کا فائدہ اٹھا کر اپنا مقصد نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے ہی کچھ لوگوں کو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں جنہوں نے افغان جنگ کے نام پر اپنی دوکانداری چمکائی، ان میں سے اکثر لوگوں نے علمائے کرام کا روپ دھارا۔ اسی طرح کے ایک صاحب ہیں "مولانا بکری خان" لوگ انہیں بکری اس لیے کہتے ہیں کہ ہر مشکل وقت اہل وطن نے انہیں بکری بنتے دیکھا ہے۔ مولانا کے دو ہی شوق ہیں، اچھا کھانا اور برا کھانا...... وہ فرماتے ہیں کہ برے وقت میں برا کھانا بھی حلال ہو جاتا ہے۔ مولانا بکری کو جلسے جلوسوں میں تخریب کاری کا جنون کی حد تک شوق ہے۔ یہ اکثر پرامن جلوسوں میں گھس جاتے ہیں اور جیسے ہی جلوس کسی شیشے والی عمارت کے قریب سے گزرتا ہے یہ اپنی جیب سے سیون ایم ایم کی "غلیل" نکال کر اس میں نوکیلا پتھر ڈال کر نیچے جھک کر عمارت پر دے مارتے ہیں۔ ایک پتھر لگنے سے لوگ سمجھتے ہیں کہ شاید باقاعدہ "سنگ باری" کا آرڈر ہو گیا ہے لہذا دیکھتے ہی دیکھتے مجمع کے دیگر شرکاء بھی اس سنگ باری میں شریک ہو جاتے ہیں۔ اس موقع پر پولیس کو بھی حرکت میں آنا پڑتا ہے اور جیسے ہی پولیس حرکت میں آتی ہے، مولانا بکری قریبی "لیٹرین" میں پناہ لیتے ہیں۔ میرے دوست شفیق رحمان کا کہنا ہے کہ مولانا بکری کو عوام کی خاطر کم از کم سال میں ایک مرتبہ قربانی ضرور دینی چاہیے لیکن میں اس کے حق میں نہیں کیونکہ اسلام میں "حرام چیزوں" کی قربانی جائز نہیں۔ مولانا بکری کا عزم ہے کہ اگر انہیں امریکہ بھیج دیا جائے تو وہ صدر بش کو حقیقی بش یعنی "جھاڑی" بنا کر ہی لوٹیں گے۔ ایک موقع پر مولانا یہ بھی ارشاد فرما چکے ہیں کہ "انتھراکس" کا مرض امریکہ کے خلاف ہڑتال نہ کرنے سے پھیلتا ہے، اپنی اسی "شدت پسندی" کی بدولت انہوں نے اپنے پورے محلے والوں کو تخریبی جلوسوں میں شرکت پر آمادہ کر لیا ہے، اور تو اور ان کے اس خوفزدہ بیان کے بعد برقعہ پوش خواتین نے بھی سڑکوں پر آ کر "انھی" مچا دی ہے۔

مولانا بکری نہ نماز پڑھتے ہیں، نہ روزے رکھتے ہیں البتہ انڈیا اور ہالی وڈ کی فلمیں بہت شوق سے دیکھتے ہیں۔ امریکہ کی مخالفت میں وہ آج کل بیان داغ رہے ہیں کہ ہمیں فوراً امریکہ پر حملہ کر دینا چاہیے، لیکن ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتے نظر آتے ہیں کہ "ہالی وڈ" کو نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔

☆☆☆

پیر صاحب

لاہور کے علاقے شاہدرہ میں ایک پیر جن نکالنے کے لیے آیا اور لڑکی نکال کرلے گیا۔تفصیلات کے مطابق لڑکی کے گھر والوں کوشبہ تھا کہ لڑکی کے اندر جن ہے لہذا فوری طور پر پیر صاحب کی خدمات حاصل کی گئیں اور پھر وہی کچھ ہوا جو ایسے پیر صاحب کرتے ہوتے ہیں۔ مجھے تو یہ پیر، پیر نہیں منگل لگتا ہے جو یقیناً اب کسی جنگل میں بیٹھا ہوگا۔اسی طرح کا ایک پیر جو بچیوں کو تعلیم بھی دیتا تھا ایک دن اسی طرح ایک لڑکی کو لے کر بھاگ گیا۔لوگوں نے تعاقب کر کے پکڑ لیا اور خوب چھترول لگائی۔لڑکی کے چاچے نے پیر صاحب کا گریبان پکڑتے ہوئے کہا" تمہیں شرم نہیں آتی ایسی حرکت کرتے ہوئے"۔

پیر صاحب نے ایک جھٹکے سے گریبان چھڑایا اور کڑک کر کے بولے" آرام سے بات کرو! جس طرح میں نے تعلیم حاصل کی ہے، اسی طرح آگے دوں گا"۔

میں نے اسی طرح کے جعلی پیروں فقیروں پر مفصل فیچر کیے ہیں، ہر دفعہ مجھے دلچسپ تجربات ہوئے۔ایک دفعہ میں اور میری ٹیم گجرات کے ایک پیر صاحب کے آستانے پر گئی، پیر صاحب نے ہم سے آنے کا مقصد پوچھا، میرے ایک دوست نے کہا کہ ایک مسئلہ حل کروانا ہے۔پیر صاحب نے غور سے اس کی طرف دیکھا، پھر ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولے!

"کوئی عشق وشق کا معاملہ ہے؟"

اس نے گھبرا کر کہا" نہیں جناب"۔

"تو پھر؟"

"اصل میں بات یہ ہے کہ میری بیوی مجھ سے بہت جھگڑتی رہتی ہے، میں چاہتا ہوں کہ کوئی ایسا تعویذ دیں جس سے وہ میری غلام ہو جائے"۔

پیر صاحب اس کی بات سن کر مسکرائے اور بولے!

"فکر نہ کر بچہ! ایسا تعویذ دوں گا کہ وہ تمہارے پیر دھو دھو کر پیئے گی"۔

"نہیں پیر صاحب! میں اسے جان سے نہیں مارنا چاہتا" اس نے جلدی سے کہا۔

"تم دیکھتے جاؤ بچہ! ایسا تعویذ دوں گا کہ یاد کرو گے..... لیکن..... پیسہ بڑا خرچ ہوگا"۔

"کتنا" اس نے پوچھا۔

"تقریباً بیس ہزار"۔

”بیس ہزار“ اس کے ہوش اڑ گئے...... ”پیر صاحب اتنے میں تو نئی بیوی آ جاتی ہے“۔

پیر صاحب نے گھور کر میری طرف دیکھا اور بولے!

”کام بہت مشکل ہے، تیس دن کا چلہ کاٹنا ہوگا...... ایک پیسہ بھی کم نہیں ہو سکتا، ویسے بھی میں رقم تھوڑی تھوڑی کر کے وصول کروں گا“۔

میرے دوست نے ہم ساتھیوں کی طرف دیکھا اور حامی بھر لی!

پہلے روز پیر صاحب نے ہمیں ایک کالا بکرا لانے کے لیے کہا، بکرا پیش کر دیا گیا، اگلے روز پیر صاحب فرمانے لگے کہ میں نے اپنے عمل کے ذریعے تمہاری بیوی کو دیکھا، اس کے دل میں تمہارے لئے بہت نفرت بھری ہوئی ہے، اب مجھے اس نفرت کو محبت میں تبدیل کرنا ہے...... کل بیس کلو چاول لے کر آنا“۔

ہم اگلے روز بیس کلو چاول لے گئے...... پیر صاحب کے پاس روزانہ سوالیوں کی لائن لگی ہوئی ہوتی...... جب چار پانچ دن ہو گئے تو ایک روز پیر صاحب کہنے لگے آج میں نے اپنے عمل کے ذریعے تمہاری بیوی کے دل میں تمہارے لئے محبت کا پہلا منتر پھونک دیا ہے۔

چونکہ ہمارے فیچر کا معینہ وقت ختم ہو چکا تھا اور ہم نے پیر صاحب کی ”اہم تصاویر“ بھی بنالی تھیں اس لیے مقامی پولیس کی مدد سے پیر صاحب کو کانوں سے پکڑا اور تھانے لے گئے وہاں تین ہی چھتروں میں انہوں نے اعتراف کر لیا کہ وہ پہلے تکے کی بوٹیاں ٹھیک کیا کرتے تھے، پیسہ کمانے کے لئے یہ روپ دھارا ہے جو بے حد کامیاب رہا۔

اس موقع پر پیر صاحب نے بطور خاص ہمارے دوست سے پوچھا کہ آپ کو کس بات سے پتا چلا کہ میں فراڈ ہوں؟

اس نے پیر صاحب کے کان میں آہستہ سے کہا!

”میں ابھی بیوی کی نعمت سے محروم ہوں“۔

☆☆☆

باثر شخصیات کی ایڈوانس قبریں

سانگلہ ہل کے مرکزی قبرستان میں باثر شخصیات نے اپنی ایڈوانس قبریں بنوالی ہیں جن کی تزئین و آرائش پر لاکھوں روپے کا ماربل لگایا گیا ہے۔ان قبروں کی حفاظت اور صفائی ستھرائی کے لئے ماہانہ تنخواہ پر کئی نوجوانوں اور بوڑھوں کو ملازم رکھا گیا ہے۔ایڈوانس قبریں بنوانا نئی بات نہیں،اس سے پہلے بھی ایسی خبریں سننے کو ملتی رہتی ہیں۔بہر حال قابل اطمینان بات یہ ہے کہ باثر شخصیات کو بھی اپنی موت کا یقین تو ہے۔ایسی ہی ایک باثر شخصیت شہنشاہ جہانگیر کی بھی تھی۔اس کا مقبرہ بھی اپنے دور کا قیمتی ترین مقبرہ کہلایا۔آج اس کی یہ حالت ہے کہ کئی لوگ کوڑا پھینکنے بھی وہاں جاتے ہیں۔بزرگوں اور بادشاہوں میں یہی فرق ہوتا ہے۔بادشاہ زندہ رہ کر مر جاتے ہیں،بزرگ مر کر زندہ ہو جاتے ہیں۔جہانگیر کے مقبرے سے چند کلوں کے فاصلے پر ایک مرد قلندر صاحب کے نام سے مزار راحت ہے۔جس کے بارے میں مشہور ہے کہ 24 گھنٹے بھوکے اپنا پیٹ بھرنے یہاں آتے ہیں۔

سانگلہ ہل کے قبرستان میں ایڈوانس قبریں بنانے والے اس لحاظ سے بھی انوکھی شخصیت قرار دیئے جا سکتے ہیں کہ انہوں نے قبروں کی حفاظت کے لئے باقاعدہ انتظام بھی کیا ہوا ہے۔حالانکہ انہیں نہیں معلوم پرانی قبر میں دفن ہونے کے کیا فوائد ہیں۔ایک مراثی نے وصیت کی تھی کہ مرنے کے بعد مجھے کسی پرانی قبر میں دفنایا جائے۔لوگوں نے وجہ پوچھی تو کہنے لگا"اس لیے کہ فرشتے حساب لینے آئیں تو میں کہہ سکوں کہ میرا حساب ہو چکا ہے"۔

میاں صاحب کہتے ہیں کہ قبروں میں ٹیلی فون بھی لگوا لینا چاہیے اور اگر ٹی وی کی جگہ بن سکے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔میاں صاحب کی بات میں وزن ہے کیونکہ اگر فرشتوں سے سوال و جواب میں کوئی مشکل پیش آ رہی ہو تو بندہ فون کر کے معلوم کر سکتا ہے۔البتہ ٹیلی ویژن والی بات سے مجھے اختلاف ہے۔کسی ایک قبر میں ٹیلی ویژن رکھوانے سے قبرستان کے دیگر عوام میں احساس محرومی پیدا ہو سکتا ہے۔اتفاق سے مجھے ابھی تک کسی قبر میں رہنے کا موقع نہیں ملا ورنہ میں تفصیلاً بتا سکتا تھا کہ قبر میں پی ٹی وی کی کون سی نشریات زیادہ اچھی لگتی ہیں۔

میاں صاحب کہتے ہوتے ہیں کہ"کفن کی جیب نہیں ہوتی"یعنی آپ دولت قبر میں ساتھ نہیں لے جا سکتے۔شائد اسی لیے یہ"باثر"اپنی دولت اپنی قبروں پر لگا دیتے ہیں۔کسی نے لکھا تھا کہ ایسے امراء مرتے بھی ہیں تو ایسی ایسی شاندار قبروں اور مقبروں میں دفن ہوتے ہیں کہ یوں لگتا ہے یہ ایک بنگلے سے دوسرے بنگلے میں شفٹ ہو گئے ہیں۔قبرستان پر میں نے بڑے بڑے طویل فیچرز کیے ہوئے ہیں،قارئین کے لیے یقیناً یہ بات دلچسپی کا باعث ہو گی کہ کئی قبرستانوں میں ایسی قبریں بھی موجود ہیں جن کی تعمیر پر اٹھنے والا خرچ 10 لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔"باثر""شخصیات"کو چاہیے کہ وہ ساری رقم قبروں پر ہی نہ لگا دیں،کچھ آخرت کے لیے بھی بچا رکھیں۔ایک شیخ صاحب سے کسی نے پوچھا تھا کہ شیخ صاحب آپ اتنا پیسہ کس لیے اکٹھا کر رہے ہیں۔

شیخ صاحب آہ بھر کر بولے"شائد اگلے جہان کوئی کام دھندا ہی کرنا پڑ جائے"۔

☆☆☆

انٹرنیٹ سیکھنے کا آسان طریقہ

آج کل انٹرنیٹ کا استعمال بہت زیادہ ہو چکا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ انٹرنیٹ پر ویب سائٹس کا ایک طوفان ہے۔۔۔۔۔اور لاحول ولا قوۃ۔۔۔۔ایسی ایسی ویب سائٹس ہیں کہ جنہیں ایک دفعہ دیکھ کر نفرت سے منہ پھیرنے کے بعد دوبارہ دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ میں انٹرنیٹ بہت کم استعمال کرتا ہوں۔ مجھے اس کے استعمال کا طریقہ بھی محدود سا آتا ہے۔ البتہ میاں صاحب انٹرنیٹ کے کیڑے ہیں۔ 70 سال کی عمر میں بھی دو دو گھنٹے کمپیوٹر پر بیٹھے رہتے ہیں تاہم الٹی سیدھی ویب سائٹس دیکھ دیکھ کر ان کی یہ حالت ہوگئی ہے کہ اب تو دوکان سے "دیسی گھی" لاتے ہوئے بھی شرمانے لگے ہیں۔ میں نے کئی دفعہ کہا ہے کہ "میاں صاحب! دیسی گھی صحت کے لیے بہت مضر ہوتا ہے۔۔۔۔۔نہ استعمال کیا کریں۔۔۔۔۔کسی دن فی سبیل اللہ مر جائیں گے"۔۔۔۔۔لیکن وہ مانتے ہی نہیں۔۔۔۔۔کہتے ہیں۔۔۔۔۔"دیسی چیزوں کی بدولت ہی تو میں زندہ ہوں"۔

قارئین بھائی!۔۔۔۔۔میں نے جس قدر انٹرنیٹ کو جانا ہے، اسے مدنظر رکھتے ہوئے ان لوگوں کے لیے ایک شارٹ کٹ ڈکشنری ترتیب دی ہے جو نیا نیا انٹرنیٹ سیکھنا شروع ہوئے ہیں۔ امید ہے یہ ڈکشنری انہیں انٹرنیٹ سمجھانے میں معاون ثابت ہوگی۔ اگر آپ بھی نئے آنے والوں میں سے ہیں تو آیئے میں آپ کو انٹرنیٹ سمجھاتا ہوں۔

۱) چیٹنگ

پنجابی میں اسے کہتے ہیں "رنگ بازی"۔۔۔۔۔یوں سمجھ لیجئے کہ یہ ایک ایسی کہانی ہوتی ہے جس میں سننے والوں پر چھ ہفتوں بعد کھلتا ہے کہ زلیخا مرد تھی یا عورت۔۔۔۔۔چیٹنگ اور "چیٹنگ" میں معمولی فرق ہوتا ہے۔۔۔۔۔چیٹنگ کنوارے کرتے ہیں اور چیٹنگ شادی شدہ۔ غالباً چیٹنگ دنیا کا واحد طریقہ علاج ہے جس میں جنس تبدیل کرنے کے لئے کسی آپریشن کی ضرورت نہیں پڑتی۔ البتہ کئی دفعہ جنس تبدیل کر کے چیٹنگ کرنے والے معمولی سی غلطی سے پکڑے جاتے ہیں۔ جیسا کہ ایک دن میاں صاحب خوشی سے بے قابو ہو رہے تھے۔ میں نے پوچھا تو لہک کر بولے!

"ایک لڑکی پھنس گئی ہے۔۔۔۔۔"

"کسی مشکل میں۔۔۔۔۔؟؟"

"ابے نہیں۔۔۔۔۔میرے ساتھ۔۔۔۔۔"

"ایک ہی بات ہے"۔

"بکواس نہیں کرو۔۔۔۔۔وہ میرے ساتھ پھنسی ہے"۔

"اوہ۔۔۔۔۔میں سمجھ گیا۔۔۔۔۔وہ بس میں آپ کے ساتھ پھنس کر بیٹھی ہوگی۔۔۔۔۔آپ نے سمجھ لیا کہ "پھنس" گئی۔

"تمہیں اندازہ ہے کہ تم اس بات پر قتل بھی ہو سکتے ہو......" میاں صاحب نے اپنی "کلین شیو مونچھوں" کو تاؤ دیا۔

"لیکن آپ تفصیل بھی تو نہیں بتا رہے ناں......" میں نے جلدی سے کہا۔

میاں صاحب پھر خوش ہو گئے...... پھر میرے کان کے قریب ہوئے اور بولے......"ایک لڑکی نے انٹرنیٹ پر مجھ سے دوستی کر لی ہے......" یہ کہتے ہوئے میاں صاحب نے جھٹ سے انٹرنیٹ آن کیا اور ایک خاتون کی چار پانچ لمبی چوڑی ای میلز نکال کر پڑھوا دیں۔

میں نے کہا...... ماشاءاللہ...... ویسے یہ آپ ای میل سے "فی میل" کی طرف کیسے جا نکلے...... کچھ روشنی ڈالئے"۔

فخر سے بولے "بس یار...... بہت دنوں سے تنگ کر رہی ہے"۔

"کون...... جوتی؟"

"ابے نہیں...... لڑکی!!!...... تم آج شام کو میری طرف آ جانا...... دیکھنا ہماری کیسے چیٹنگ ہوتی ہے"۔

شام کو میں حکم کے مطابق میاں صاحب کی طرف آ گیا...... میاں صاحب نے کمپیوٹر آن کیا تو واقعی محترمہ آن لائن تھیں۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے دونوں کی طرف سے "دھواں دھار" چیٹنگ شروع ہو گئی۔ میں حیران تھا کہ خاتون خاصی بے باکی کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ اچانک ایک سوال کے جواب میں خاتون نے لکھا...... میں دیال سنگھ کالج میں پڑھتی ہوں"۔ میں یکدم اچھل پڑا......"میاں صاحب!...... دیال سنگھ کالج تو لڑکوں کا ہے"...... یہ سنتے ہی میاں صاحب کا چہرہ غصے سے سبز ہو گیا...... کافی دیر تک وہ "ہاٹ میل" کو گھورتے رہے...... پھر...... "یاہو"...... کھول لیا۔

۲) ایم ایس این

اس کا مطلب ہوتا ہے...... میں سیریس نہیں...... اس میں ان لوگوں کو شامل کیا جاتا ہے جن سے آپ سیریس نہیں ہونا چاہتے...... تاہم اگر کوئی آپ سے سیریس ہو بھی جائے تو آپ کے پاس ایک آپشن ہوتی ہے...... اسے کہتے ہیں...... Delete...... اس کو کلک کرنے سے کوئی آپ سے سیریس نہیں ہو سکتا۔

۳) ای میل

یہ "فی میل" اور خیبر میل سے بھی آگے کی چیز ہوتی ہے۔ اس کا سب سے زیادہ فائدہ خواتین کو ہوتا ہے جو گھر بیٹھے ایک دوسرے کو "میل (male)" بھیج سکتی ہیں۔

۴) ویب سائٹ

جیسا کہ میں نے اوپر عرض کیا ہے کہ کئی ویب سائٹس...... "پیراسائٹس" سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہوتی ہیں۔ ان کا نشہ ہیروئن سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہوتا ہے...... اب آپ سے بہتر کون جانتا ہوگا...... لہٰذا کوشش کریں کہ www کے بعد جو بھی ٹائپ کریں اس سے پہلے "اعوذ باللہ" ضرور پڑھ لیں۔

امید ہے آپ انٹرنیٹ کا استعمال سیکھ گئے ہوں گے...... اب مجھے اجازت دیجئے...... مجھے ذرا انٹرنیٹ سیکھنے جانا ہے۔ بائی بائی......!!!

☆☆☆

نام......نام......اور بس نام

ہمارے خان بھائی بہت Sensitive ہوتے ہیں، اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ہر اہم واقعے کے نام پر بچوں کے نام رکھ دیتے ہیں۔ زلزلہ خان، ایٹم خان، بجٹ خان ...... سیانے کہتے ہیں کہ جو خان، سمندر میں پیدا ہو وہ "سمندر خان" کہلاتا ہے، جو دریا میں پیدا ہو وہ "دریا خان" کہلاتا ہے اور جو بس میں پیدا ہو وہ "نیو خان" کہلاتا ہے۔ میاں صاحب فرماتے ہیں کہ اس حساب سے جو خان کھانے کے وقت پیدا ہو اس کا نام "دستر خان" ہونا چاہیے۔ مختلف اقوام کے لوگ اپنی اپنی روایات کے مطابق بچوں کے نام رکھتے ہیں۔ چین ہی دیکھ لیجئے، وہاں غالباً بچے کی پیدائش کے وقت بچے کے سرہانے پڑی ہوئی کوئی چیز نیچے پھینک دی جاتی ہے، اس کے گرنے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے وہی بچے کا نام رکھ دیا جاتا ہے...... مثلاً...... اگر چمچ گرے تو...... "چمن چونگ" اور اگر گلاس گرے تو "ٹانگ ٹانگ" ...... خدانخواستہ اگر یہی طریقہ ہمارے ہاں بھی رائج ہو جائے تو کیا ہوگا...... ہمارے ہاں تو بچے کے سرہانے چیزیں ہی بڑی عجیب رکھی ہوتی ہیں ...... مثلاً لوہے کا ٹکڑا...... کہ بچہ ڈر نہ جائے...... چاولوں کی تھیلی...... کہ بچے کا سر سیدھا بنے...... خدا گواہ ہے کہ اگر ان چیزوں میں سے کوئی چیز نیچے گرائی جائے تو بچے کا نام رکھنا پڑے گا...... "چوہدری دھم ٹھک"۔

آج کل ہمارے ہاں بلکہ پوری دنیا میں اسلامی لوگ بچوں کا نام اسامہ رکھ رہے ہیں۔ میرے ایک دوست نے بھی اپنے نومولود کا نام اسامہ رکھا، عقیدت کی انتہا دیکھئے کہ بڑا غور کیے ساتھ "بن لادن" بھی لگایا ہوا ہے۔ میں نے کہا جناب آپ کا نام تو سرفراز ہے، تو پھر آپ کا بچہ "بن لادن" کیسے ہو گیا۔ انہوں نے خوفزدہ ہوتے ہوئے فوراً بچے کا نام کر دیا "اسامہ بن لادن بن سرفراز"۔

میرا ایک دوست کہتا ہے کہ نام میں کیا رکھا ہے، میں نے کہا اگر نام میں کچھ نہیں تو رکھا تو تم "کھوتا" کہنے پر مائنڈ کیوں کرتے ہو۔

جناب قارئین جی! شادی کے بعد عورت اپنے نام کے بعد اپنے مرد کا نام لگاتی ہے۔ خود ہی سوچئے اگر عورت کا نام اور مرد کا نام ایک دوسرے کی ضد ہوں تو عورت کا نام کتنا برا لگے گا...... مثلاً...... مہ جبیں دتہ...... شہلا ڈوایا...... فریحہ بوٹا...... یا یوں کہہ لیجئے کہ مسز دتہ...... مسز ڈوایا...... اور مسز بوٹا...... لہٰذا نام فوراً بدل لیجئے...... اس سے پہلے کہ دلہن سے پوچھا جائے کہ "مسمات گل بدن ولد تن بدن، تمہیں حق مہر شرعی بتیس روپے کے عوض موجودگی چار گواہان مسمی بھلا مانس ولد بن مانس قبول ہے......؟" اور دلہن کی چیخ نکل جائے۔

نام کے حوالے سے مجھے اپنے نام کے بڑے فائدے ہیں۔ یونیورسٹی میں بھی میرے داخلہ فارم اکثر لڑکیوں والی کھڑکی میں بھی قبول کیے جاتے تھے۔ مجھے اب بھی یاد ہے کہ چند سال قبل مجھے راولپنڈی کے ایک شوقین مزاج کا خط موصول ہوا۔ موصوف نے میری کچھ تحریریں پڑھ رکھی تھیں لیکن غالباً میری جنس سے ناواقف تھے، لہٰذا اپنے پہلے خط میں صرف میری اور میری تحریر کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملائے اور آخر میں ایک سوال پوچھا کہ "کیا ہماری دوستی ہو سکتی ہے؟"

چونکہ ان کے خط میں کہیں بھی یہ ظاہر نہیں ہو رہا تھا کہ انہوں نے مجھے صنفِ نازک سمجھ کر خط لکھا ہے لہٰذا میں نے بھی سادہ سا جواب تحریر کر دیا کہ "کیوں نہیں"۔

پھر ان کے خطوط کا تانتا بندھ گیا...... میری طرف سے تاخیر ہوئی تو ایک خط میں لکھا تھا...... "تم نخرے بہت کرتی ہو"۔

میں نے احتیاطاً خود کو "چیک" کیا اور جب تانیث کے مروجہ معیار پر پورا نہ پایا تو میرے تن بدن میں آگ لگ گئی، میں نے فوراً ہی اس وقت کی ایک تصویر انہیں ارسال کی جب میں "داڑھی شدہ" ہوتا تھا۔

جواب ارجنٹ میل سے آیا...... لکھا تھا...... "صوفی...... تیرا لکھ شکر ہے...... میں نے تو ماں کو بھی راضی کر لیا تھا"۔

☆☆☆

سیلف میڈ کلچر

ایک امیر ترین باپ نے اپنے بیٹے کو سمجھاتے ہوئے کہا "دیکھو بیٹے.....محنت کرو.....زندگی میں اپنا مقام خود بناؤ.....میری طرف دیکھو.....میں جب گاؤں سے شہر آیا تھا تو میرے پاس صرف ایک چھوٹی سی صندوقچی تھی.....لیکن میں نے محنت کی اور آج میں بے شمار پلازوں کا مالک ہوں"۔

بیٹے نے تجسس سے پوچھا".....اس صندوقچی میں کیا تھا؟"

باپ نے اطمینان سے جواب دیا"دو کروڑ روپے"۔

تو بھی قارئین! ایسے بے شمار سیلف میڈ لوگوں سے میری ملاقات ہوتی ہے۔ایک جوان نے بڑے اعتماد سے مجھے خط لکھا ہے کہ میں اگرچہ کاروبار میں ناکام ہو گیا ہوں لیکن میں نے ہمت نہیں ہاری اور ایک دفعہ پھر ابو سے پانچ لاکھ روپے مانگ لیے ہیں۔

کچھ لوگ منہ میں سونے کا چمچ نہیں، ہیرے کی دیگ لے کر پیدا ہوتے ہیں۔یہ پھونک بھی ماریں تو ہوا سونے میں تبدیل ہو جاتی ہے۔یہ لوگ کراماتی نہیں، جناتی ہوتے ہیں۔ان کے مقابلے میں بے شمار لوگ ایسے ہیں جو صرف منہ لے کر اس دنیا میں آتے ہیں اور سونے کا چمچ تلاش کرتے کرتے مر جاتے ہیں۔یہ ساری باتیں میں اس لیے کر رہا ہوں کہ آج کل سیلف میڈ کی ٹرم بھی سٹیٹس سمبل بنتی جا رہی ہے۔اب خاندانی امیر کی اتنی عزت نہیں کی جاتی جتنی اس شخص کی جو زیرو سے ہیرو بنا ہو، لہٰذا لوگ بڑھ چڑھ کر اپنے سیلف میڈ ہونے کا ثبوت پیش کرنے لگے ہیں۔ان سیلف میڈ لوگوں سے پوچھئے کہ اب جبکہ آپ کے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے تو کیا آپ کسی اور سیلف میڈ کو بھی آگے آنے کا موقع دیں گے؟.....میاں صاحب اصلی سیلف میڈ لوگوں کی ایک پہچان بتایا کرتے ہیں کہ وہ ہنستے بہت ہیں۔میں نے حیرانی سے پوچھا کہ یہ کیا پہچان ہوئی؟

کہنے لگے"جو شخص زندگی کی مشکلات سے نبرد آزما رہتا ہے اس کے چہرے پر تھکن مسکراہٹ بن کر جھلکتی ہے۔یہ سچ ہے کہ آج کل کے دور میں مسکرانا بڑے دل گردے کا کام ہے۔میں کئی ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جن کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنی مسکراہٹ چھپائیں۔اسی کوشش میں ان کا منہ ایسے بن جاتا ہے جیسے عطاء اللہ عیسیٰ خیلوی غرارے کر رہا ہو۔تو پھر آپ خود ہی بتایئے یہ لوگ سیف میڈ کیسے ہوئے۔ہمارے ہاں اکثر لوگ سیلف میڈ کم اور سیلف میڈ "Self Mad" زیادہ ہیں۔تاہم Self broken (اپنے آپ کو توڑنے والوں) کا بھی جائزہ لیں۔یہ بھی کوئی آسان کام نہیں۔پوری قوم سیلف میڈ ہو گئی تو حکومت کا کیا مقصد رہ جائے گا۔یہ نہ ہو کہ صرف قرضے اور ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے سیلف میڈ کلچر شروع ہو جائے۔جیسے کہ ایک نابینا حافظ صاحب سے کسی نے پوچھا تھا کہ حافظ جی حلوہ کھائیں گے؟

حافظ جی تڑپ سے بولے....."کیوں نہیں.....اندھے کس لئے ہوتے ہیں!!!"

☆☆☆

کرایہ نامہ

کل رات کاغذوں کے ڈھیر میں سے ایک پانچ سال پرانا "کرایہ نامہ" ہاتھ لگ گیا۔ یہ آج سے پانچ سال پہلے لکھا تھا جب میرے ایک بہت اچھے دوست افضل نے لاہور میں میرے فلیٹ میں رہنے اور کرایہ شیئر کرنے کی پیشکش کی تھی۔ افضل آج کل بیوی کو پیارا ہو چکا ہے البتہ یہ کرایہ نامہ مجھے ہمیشہ اس کی یاد دلاتا رہے گا۔ اس کرائے نامے کی شرائط میں نے دو دن کی مسلسل سوچ بچار کے بعد تحریر کی تھیں۔ ملاحظہ کیجئے!

شرط نمبر ۱...... کمرے کا کرایہ ہر مہینے کی یکم اور تیس تاریخ کو دینا ہوگا۔

شرط نمبر ۲...... آپ مجھے "آپ" اور میں آپ کو "تو" کہہ کر بلاؤں گا۔

شرط نمبر ۳...... بوقت ضرورت آپ مجھے ادھار دیا کریں گے۔

شرط نمبر ۴...... پورے دن میں آپ صرف دو دفعہ باتھ روم جایا کریں گے...... زیادہ دفعہ استعمال کرنے کی صورت میں "فی پھیرا" پانچ روپے چارج ہوں گے۔

شرط نمبر ۵...... اگر آپ نے رات کو خراٹے لیے تو مجھے آپ کو قتل کرنے کا پورا حق حاصل ہوگا۔

شرط نمبر ۶...... کمرے کی دو چابیاں ہوں گی اور دونوں میرے پاس رہیں گی۔

شرط نمبر ۷...... آپ دھوتی پہن کر نہیں سوئیں گے اور اگر دھوتی پہن کر سوئے تو پنکھا بند رکھنا ہوگا۔

شرط نمبر ۸...... آپ کا کوئی مہمان کمرے میں نہیں آئے گا...... اور اگر آیا تو واپس نہیں جائے گا۔

شرط نمبر ۹...... اگر آپ نے میرے کپڑے استعمال کر لیے تو مجھے حق حاصل ہوگا کہ میں سرِ بازار آپ سے اپنے کپڑے وصول کر لوں۔

شرط نمبر ۱۰...... آپ مجھے بے ہودہ لطیفے نہیں سنائیں گے بلکہ یہ کام میں خود کیا کروں گا۔

شرط نمبر ۱۱...... روزانہ آپ جھاڑو لگایا کریں گے اور روزانہ میں صفائی کا معائنہ کیا کروں گا۔

شرط نمبر ۱۲...... میرے ہر مہمان کے سامنے آپ خود کو میرا نوکر ظاہر کریں گے۔

شرط نمبر ۱۳...... اگر آپ نے میرا ٹوتھ برش یا شیونگ کریم استعمال کی تو سزا کے طور پر آپ 16 منٹ تک "توے" پر قیام فرمائیں گے۔

شرط نمبر ۱۴...... کمرے میں گانے صرف میری مرضی کے سنے جائیں گے، کیسٹیں آپ لایا کریں گے۔

شرط نمبر ۱۵...... اگر میں کبھی کبھار جوشِ جذبات میں آ کر آپ کو "گدھا" کہہ دوں تو آپ مائنڈ کرنے کی بجائے مسرت کا اظہار کریں گے۔

شرط نمبر ۱۶...... کمرے میں کسی محترمہ کا ذکر کرنے سے پہلے آپ کو دو دن پیشگی اجازت لینا ہوگی۔

شرط نمبر ۱۷...... اگر خدانخواستہ کمرے میں آپ کا انتقال ہو گیا تو آپ کو اپنی لاش خود اٹھا کر باہر لے جانا ہوگی۔

شرط نمبر ۱۸...... آپ جب بھی اپنے لیے ایک کپ کافی بنائیں گے...... اس میں سے دو کپ میرے لیے بھی رکھیں گے۔

شرط نمبر ۱۹...... مجھے کبھی کبھار بہت غصہ آتا ہے...... اگر ایسی کیفیت میں میں آپ کو ایک تھپڑ جڑ دوں تو آپ اسے ہنس کر در گذر کر دیں گے۔

شرط نمبر ۲۰...... جون جولائی کے مہینے میں اگر بجلی چلی گئی تو آپ مجھے ہاتھ سے پنکھا جھلیں گے۔

(نوٹ) ان شرائط کے علاوہ بھی وقتی ضرورت کے تحت کوئی نئی شرط عائد کی جا سکتی ہے...... اگر آپ کو یہ برائے نام اور معمولی سی شرائط منظور ہوں تو براہ کرم نیچے دستخط کر دیجئے...... میرے کمرے کے دروازے آپ کے لئے کھلے ہیں...... جی آیاں نوں!

☆☆☆

نیاز مند صوفی

میں سمجھتا تھا جو شخص صوفیوں میں نیاز تقسیم کرے اسے نیاز صوفی کہتے ہیں..... لیکن نیاز صوفی سے مل کر اندازہ ہوا کہ جو صوفیوں میں نیاز تقسیم نہ بھی کرے وہ بھی نیاز صوفی ہو سکتا ہے۔ آج سے تقریباً پانچ سال قبل میں نے ان کو ٹی ہاؤس میں دیکھا۔ بڑے مدلل انداز میں رشید مصباح کے افسانے کی برائیاں کر رہے تھے۔ برائیاں کرتے کرتے وہ اچانک اس افسانے کے خطرات بیان کرنے لگے۔ یوں پہلے انہوں نے حاضرین کو متفکر کیا..... پھر خوفزدہ.....!!!

کچھ عرصہ بعد نیاز صوفی کا افسانہ تنقید کے لئے پیش ہوا تو رشید مصباح نے حملے شروع کر دیئے لیکن نیاز صوفی بڑے تحمل سے سنتے رہے۔ ارباب ذوق کے اجلاس کے بعد بھی ان کے افسانے کی مخالفت میں آوازیں آتی رہیں لیکن انہوں نے کوئی نوٹس نہیں لیا انہیں اپنے دفاع سے اتنا بے خبر دیکھ کر میں نے احتیاطاً پوچھا..... "آپ فوجی تو نہیں؟"

مسکرا کر بولے..... "جی ہاں"....

اور میرے حلق سے ٹھنڈی سانس نکل گئی.....!!!

☆☆☆

نیاز صوفی چھ فٹ کے خوبصورت اور گھبرو صوفی ہیں، آواز اتنی اونچی اور گرجدار ہے کہ میرا خیال ہے کہ روزِ محشر صور اسرافیل کے لیے بھی شائد انہی کی خدمات حاصل کی جائیں گی۔ شاعروں اور مشاعروں کے بہت شوقین ہیں..... چونکہ ائرفورس میں تھے، اس لیے خلاء میں رہتے تھے اور زمین کی طرف دیکھتے تھے۔ آج کل شاعری کرتے ہیں اور خلاؤں میں گھورتے ہیں۔ ان کی ایک بڑی خطرناک عادت ہے کہ بغیر ہوشیار کیے اچانک انگریزی شروع کر دیتے ہیں، اسی وجہ سے کئی شاعر اب ان سے قطع تعلق کر چکے ہیں۔ تاریخ پر بھی صوفی صاحب کی گہری نظر ہے، میں نے کئی دفعہ ان کو کیلنڈر کو گھورتے دیکھا ہے۔ چونکہ بنیادی تعلق سیالکوٹ سے ہے اس لئے ہر بات میں "وا" لگا جاتے ہیں۔ ڈرائیونگ میں بھی بہت مہارت رکھتے ہیں اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ کئی دفعہ گاڑی صحیح سلامت واپس لا چکے ہیں۔ موسیقی سے بھی رغبت ہے..... ہیر بڑے شوق سے سنتے ہیں..... غلام فرید کی کافیوں کے دیوانے ہیں۔ آپ دلیر مہدی کے گانے غلام فرید کی کافیاں کہہ کر سنا دیجئے..... صوفی صاحب سر دھنتے ہوئے آبدیدہ ہو جائیں گے۔ چونکہ "پیسے کے اعتبار سے" بٹ ہیں اس لئے خوبصورتی کا یہ عالم ہے کہ اس عمر میں اگر سر پر دوپٹہ لے لیں تو کسی غریب کا گھر بسا سکتے ہیں۔

سگریٹ اتنے زیادہ پیتے ہیں کہ دوسرے لوگ ان کے سامنے اپنی ڈبی نکالتے ہوئے ڈرتے ہیں..... قد کے معاملے میں مینار پاکستان سے دو سال چھوٹے ہیں..... سعد اللہ شاہ سے گلے مل رہے ہوں تو بڑا دلچسپ منظر ہوتا ہے۔ سعد اللہ کا قد اپنے ادبی قد کے برابر ہے..... اندازہ لگا

لیجیے کہ وہ صوفی صاحب کے کہاں آتا ہوگا...... جب سے صوفی صاحب نے کالم لکھنے شروع کیے ہیں، ان کی مصروفیات اور بھی بڑھ گئی ہیں...... لہذا اب وہ سارا دن اطمینان سے سوتے ہیں...... طبیعت میں ملائمت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ دوست احباب سے اتنی محبت سے پیش آتے ہیں کہ بعض اوقات ان پر پٹھان ہونے کا گمان گزرتا ہے۔ مجھے یقین ہے اگر ان کی نیازمندیاں یونہی جاری رہیں تو اکتوبر کی 45 تاریخ تک وہ نیاز صوفی کی بجائے نیاز مند صوفی مشہور ہو جائیں گے...... یہ اور بات ہے کہ وہ اپنی عادت نہیں چھوڑیں گے، بلکہ قلفی والے کی طرح جیسے گاؤں والوں نے مولوی کے مرنے کے بعد زبردستی جمعہ کے خطبے کے لیئے کھڑا کر دیا تھا۔ ہوا یوں کہ ایک گاؤں کی مسجد کے مولوی صاحب انتقال کر گئے...... گاؤں والوں کو فکر لاحق ہوئی کہ جمعہ کون پڑھائے گا۔ چوہدری صاحب نے حکم دیا کہ فوری طور پر مولوی کا انتظام کیا جائے۔ گاؤں والوں کو اور تو کوئی داڑھی والا نہ ملا، وہ ایک قلفی والے کو پکڑ لائے۔ قلفی والے نے بادل نخواستہ خطبے کا آغاز کرتے ہوئے کہا...... "مسلمانو! ...... نماز پڑھو...... زکوۃ دو...... خیرات دو...... روزے رکھو...... نیک کام کرو گے تو تمہیں حوریں ملیں گی...... اچھی اچھی...... خوبصورت...... کھوئے والیاں...... ملائی والیاں"۔

☆☆☆

واہ......شیم......اکرم

وسیم اکرم نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ "میں ساری زندگی عزت سے کھیلا ہوں....."
انہوں نے واضح نہیں کیا کہ کس کی عزت سے کھیلے ہیں.....کرکٹ کی یا ملک کی؟؟؟......
وسیم اکرم کا شمار ہمارے ان کرکٹرز میں ہوتا ہے جو "بھاگنے" میں ثانی نہیں رکھتے۔ کچھ احباب کہتے ہیں کہ وسیم اکرم کو جوئے کے الزام میں پھنسایا گیا.....کچھ کی رائے ہے کہ سب سچ ہے.....میاں صاحب نے شیم شیم کا ایسا واویلہ بلند کیا کہ مجھے لگا جیسے آئندہ وسیم اکرم....."واہ.....شیم اکرم....." ہو جائے گا۔
کافی عرصہ پہلے ٹی وی پر روزانہ وزارت صحت کی طرف سے سگریٹ نوشی کے خلاف ایک اشتہار آیا کرتا تھا جس میں ورزش کرتے ہوئے وسیم اکرم سے دولڑکے پوچھتے تھے....."آپ تھکتے نہیں......"
وسیم اکرم جواب میں کہتا تھا....."نہیں.....میں سگریٹ نہیں پیتا"۔
اب اگر یہی اشتہار کرکٹ بورڈ کی طرف سے آیا تو کچھ یوں ہوگا کہ.....یہی دولڑکے حیرت زدہ ہوکر پوچھیں گے....."آپ نے اتنا پیسہ کرکٹ سے کمایا ہے؟"
اور وسیم اکرم فوراً کہے گا....."نہیں.....میں کرکٹ نہیں کھیلتا....."
میاں صاحب کہتے ہیں کہ میری بچپن سے خواہش تھی کہ میں بڑا ہوکر کرکٹر بنوں.....لیکن جب میں بڑا ہوا تو پتا چلا کہ شوق ہی دم توڑ گیا ہے۔
"وہ کیوں.....؟؟؟" میں نے پوچھا۔
آہ بھر کر بولے....."بس یار.....کوچ نے کہا کہ یہ ٹیم بڑی عزت سے کھیلنے والی ہے.....میں نے کہا.....بھائی.....مرجاؤں گا لیکن "عزت" سے نہیں کھیلوں گا....."
قارئین جی! وسیم اکرم ہو یا....."واہ.....شیم.....اکرم".....آپ کسی کو "کاروبار" کرنے سے روک نہیں سکتے ناں۔ پیسہ کمانا ہر شخص کا حق ہے.....آپ میں اور بڑے لوگوں میں یہی تو فرق ہے.....بڑے لوگ پیسہ کماتے ہیں.....آپ روٹی کماتے ہیں.....بڑے لوگ کاریں بدلتے ہیں.....آپ بسیں بدلتے ہیں.....اب تو کرکٹ کا جوا اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ میرا وسیم اکرم کو ذاتی مشورہ ہے کہ وہ کوئی چھوٹا موٹا "کسینو" کھول لیں۔
میں نے میاں صاحب سے پوچھا کہ "کیا خیال ہے ہاکی کی بجائے کرکٹ کو ہمارا قومی کھیل نہ قرار دے دیا جائے؟"
اطمینان سے بولے "حالات کی رو سے تو "جوا" قومی کھیل قرار دیا جانا چاہیے"۔

قارئین جی! وسیم اکرم نے جوا کھیلا یا نہیں...... اس بات سے قطع نظر...... مجھے تو خوشی اس بات کی ہے کہ اس نے "عزت سے کھیلنے" کا اعتراف تو کیا......!!!

واہ...... وسیم...... اکرم!!!

☆☆☆

اللہ کے نام پہ بابا......!!!

استاد محترم عطاء الحق قاسمی فقیروں سے بہت پریشان ہیں...... ان کا دفتر بھی پرانی اور نئی انارکلی کے درمیان میں ہے اور یہ جگہ فقیروں کی پسندیدہ جگہ ہے۔ کالم نگار لکھ لکھ کر تھک گئے ہیں کہ فقیروں پر پابندی لگنی چاہیے لیکن مجال ہے جو آج تک کسی کے کانوں پر جوں تک بھی رینگی ہو۔ لہذا کافی غور وفکر کے بعد میں نے اس مسئلے کا حل یہ نکالا ہے کہ فقیروں کی بجائے بھیک دینے والوں پر پابندی لگا دینی چاہیے۔ جو شخص بھی بھیک دیتا ہوا نظر آئے اسے 72 گھنٹوں کے لئے حوالات میں بند کر دینا چاہیے۔ سوچتا ہوں اگر واقعی ایسا ہو گیا تو کیسا منظر ہو گا...... پھر اخبارات میں کچھ اس طرح کی خبریں شائع ہوا کریں گی۔

☆ انارکلی پولیس نے چھاپہ مار کر بھیک دیتے ہوئے چار ملزم گرفتار کر لیے...... بھیک پر لگی ہوئی رقم قبضے میں لے لی گئی۔

☆ سی آئی اے نے پانچ نوجوانوں کو رنگے ہاتھوں پکڑ لیا جو عید کے موقع پر بھکاریوں میں بھیک تقسیم کرنے کا پروگرام بنا رہے تھے۔

☆ مال روڈ کے ایک پلازہ میں چھاپہ...... بھیک سے بھرے دو تھیلے برآمد......

☆ بھکاری کی رپورٹ پر سیٹھ چینی والا کے خلاف بھیک دینے کا مقدمہ درج کر لیا گیا۔

☆ شریف گھرانے کے دو نوجوان بھیک دیتے ہوئے موقع پر گرفتار...... پولیس کے لیے انعامات کا اعلان۔

☆ تھانہ سمن آباد نے بھیک دینے والے ایک گروہ کو گرفتار کیا ہے جس نے دوران تفتیش بھکاریوں کے علاوہ ناداروں اور بیواؤں کو بھی بھیک دینے کا اعتراف کیا ہے۔

☆☆☆

ایسی صورتحال قریب ہی نظر آ رہی ہے کیونکہ جہاں مساجد کے خطبوں پر پابندی اور کیبل پر مجروں کی اجازت دے دی جائے وہاں حالات یکدم تبدیل ہو جانا انوکھی بات نہیں۔

فقیروں پر میں نے بہت سے کالم لکھے ہیں لیکن کتنی زیادتی کی بات ہے کہ فقیروں نے آج تک مجھ پر ایک کالم بھی نہیں لکھا۔ استاد محترم فقیروں سے کم اور فقیرنیوں سے زیادہ پریشان رہتے ہیں کیونکہ انارکلی کی فقیرنیاں ہاتھ آگے کرتے ہی کہتی ہیں...... ''اللہ کے نام پر کچھ تو دے دو......'' اب انہیں کون سمجھائے کہ بعض اوقات کسی کے پاس کچھ بھی نہیں ہوتا...... ہر بندہ میری طرح ارب پتی تو نہیں ہوتا ناں۔ ایک فقیر نے مجھ سے ایک روپیہ مانگا...... میں نے دیا تو کہنے لگا...... مانگ کیا مانگتا ہے...... میں نے فوراً کہا...... ''میرا روپیہ واپس کر دو''......

جناب ہمارے ہاں کے فقیر تو ویسے بھی بندے کو گھاؤں ماؤں کر کے رکھ دیتے ہیں۔ وقت کی مناسبت سے انہوں نے اپنی دعاؤں کے

الفاظ بھی بدل لیے ہیں۔۔۔۔۔ پچھلے کسی دور میں فقیر لڑکے کو دعا دیتے تھے۔۔۔۔۔ "جا بچہ اللہ تیری شادی کرائے۔۔۔۔۔" آج کہتے ہیں۔۔۔۔۔ "جا بچہ کوئی خوبصورت لڑکی تجھے اپنے ایم ایس این پر Add کرے۔۔۔۔۔" ۔۔۔۔۔ پہلے فقیر بددعا دیتا تھا تو کہتا تھا۔۔۔۔۔ "جا اللہ کرے تو برباد ہو۔۔۔۔۔" ۔۔۔۔۔ آج کہتا ہے۔۔۔۔۔ "جا۔۔۔۔۔ اللہ کرے تیری ہارڈ ڈسک میں وائرس پڑے۔۔۔۔۔"

کل پریس کلب کے قریب ایک فقیر مل گیا۔۔۔۔۔ فقیر کیا تھا پورا "شفقت چیمہ" تھا۔۔۔۔۔ بڑے جلال سے بولا۔۔۔۔۔ "اے بابو"۔

میں نے بھی اسی طرح کہا "ہاں بی بی"۔

کڑک کر بولا۔۔۔۔۔ "نکال ایک روپیہ"۔

"اچھا جی۔۔۔۔۔!!!" میں نے اس کے کشکول میں ہاتھ ڈالا۔

"ابے۔۔۔۔۔ ابے۔۔۔۔۔ یہ۔۔۔۔۔ یہ کیا کر رہا ہے۔۔۔۔۔" وہ اچھل پڑا۔

"بابا جی آپ ہی نے تو کہا ہے کہ ایک روپیہ نکال۔۔۔۔۔"

"ابے اپنی جیب سے نکال۔۔۔۔۔ میرے کشکول میں سے نہیں۔۔۔۔۔" بابے نے دانت پیسے۔

"اوہ آئی سی۔۔۔۔۔" میں نے کھسیانہ ہو کر اپنی جیب میں نظر ڈالی لیکن وہاں ایک روپے کا Change نہیں تھا۔۔۔۔۔ میں نے پانچ کا نوٹ پیش کر دیا۔

پانچ کا نوٹ دیکھتے ہی بابا جی کھل اٹھے اور یکدم ہاتھ اوپر کر کے بولے۔۔۔۔۔ "جا بچہ۔۔۔۔۔ تو نے مجھے پانچ روپے دیئے۔۔۔۔۔ اللہ تجھے پانچ کا کے دے گا"۔

یہ سن کر میرے 16 طبق روشن ہو گئے۔۔۔۔۔ گھر آ کر میں نے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا کیونکہ میں بابے کو پانچ کی بجائے "پچاس" روپے دینے والا تھا۔

☆☆☆

کھر کی آٹھویں شادی

مبارک ہو!

کھر نے آٹھویں شادی رچالی۔ تازہ ترین اطلاعات کے مطابق سابق گورنر اور وزیر اعلیٰ پنجاب 64 سالہ غلام مصطفیٰ کھر نے 24 سالہ لڑکی سے آٹھویں شادی کر لی ہے۔ یاد رہے کہ یہ کھر صاحب کی آٹھویں شادی ہے...... لڑکی کی نہیں......!!!

کھر صاحب زندہ دل سیاستدان ہیں، اپنی آٹھویں شادی کے موقع پر صحافیوں سے باتیں کرتے ہوئے انہوں نے کہا میں رومانس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا، سابقہ بیوی عائشہ کو طلاق دینے کے بعد میرا خیال تھا کہ اب باقی کی عمر اللہ اللہ کروں گا لیکن چھ ماہ پہلے مجھے بیوی کی ضرورت محسوس ہوئی لہٰذا میں نے شادی کر لی!

کھر صاحب سچ کہہ رہے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ انہوں نے اس عمر میں محض اس لیے شادی نہیں کی ہوگی کہ لڑکی کی سہیلیاں انہیں دیکھتے ہی کہیں......''وہ دیکھو''لڑکا'' آگیا'' تاہم پھر بھی کھر صاحب کو محتاط رہنا چاہیے کیونکہ ایسا نہ ہو کہ کچھ سالوں بعد ان کے بیٹے اور پوتے اکٹھے کرکٹ کھیلتے نظر آئیں۔ اس شادی میں دلچسپی کی ایک اور بات یہ ہے کہ اس میں کھر صاحب کے صاحبزادوں اور صاحبزادیوں نے بھی شرکت کی۔ کھر صاحب کا کہنا ہے کہ اس سے پہلے میں نے صرف ''صورت'' کو مدنظر رکھ کر شادیاں کی تھیں لیکن اب والی شادی باقاعدہ شادی ہے جس میں صرف ''سیرت'' کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ کھر صاحب خوش قسمت ہیں کہ انہیں سیرت اور صورت دونوں چیزیں پرکھنے کا موقع مل گیا۔ اب انہیں چاہیے کہ اپنی تازہ بیوی کو ''سگی بیوی'' کی طرح سمجھیں اور اس کے لبوں پر کوئی شکایت نہ آنے دیں ورنہ ممکن ہے ''میڈ حا سائیں'' کا پارٹ ٹو بھی مارکیٹ میں آجائے۔ نئی دلہن کو بھی چاہیے کہ وہ کھر صاحب کی خدمت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھے...... آخر وہ اس کے باپ کے برابر ہیں......!!!

میاں صاحب نے جب سے کھر کی شادی کا سنا ہے، مچلے جا رہے ہیں...... کل رات مجھ سے پوچھنے لگے......''یہ تو بتاؤ کہ آج کل نیا سہرا کتنے کا آرہا ہے...... اور دودھ پلائی کا کیا ریٹ چل رہا ہے......؟؟؟''

میں نے آہ بھر کر کہا......''میاں صاحب! اس وقت جتنی آپ کی عمر ہے، آپ کو پوچھنا چاہیے کہ کونسا گورکن اچھا کام کرتا ہے...... میانی صاحب میں پکی قبر کے کیا ریٹ چل رہے ہیں...... لارج سائز کفن پر کوئی سیل لگی ہے یا نہیں......؟''

میاں صاحب غصے سے گرین بلیک ہو گئے......''زیادہ بک بک مت کرو...... شادی ہر جوان کا حق ہے''۔

''جوان......!!!''...... بے اختیار میرا ہاسا نکل گیا......

میاں صاحب کچھ دیر مجھے گھورتے رہے پھر اطمینان سے بولے......''کنوارے جوان ہی ہوتے ہیں...... کھر آٹھویں شادی کر سکتا ہے تو

کیا میں پہلی بھی نہیں کر سکتا...... یہ بتاؤ تمہاری نظر میں کوئی لڑکی ہے؟"

میں نے فوراً کہا...... "ہے تو سہی، لیکن 50 سال کی ہے"۔

لاپرواہی سے بولے...... "کوئی بات نہیں...... ایسا کرو...... پچاس کی بجائے پچیس پچیس سال کی دو کر دو......!!!"

☆☆☆

کھر صاحب کی آٹھویں شادی کے اثرات یقیناً ملکی معیشت پر بھی پڑیں گے۔ کاش وہ پرانی چیزیں غریبوں میں بانٹ دیتے تو میاں صاحب جیسوں کا بھی بھلا ہو جاتا۔ میری تو دعا ہے کہ اب کھر صاحب کا سلسلۂ عقد ختم ہوتا کہ وہ خود بھی اور دوسرے بھی سکون کی سانس لے سکیں۔ کھر صاحب کی شادی کے موقع پر چھوہارے بھی بانٹے گئے اور میں یہ سوچ سوچ کر خوفزدہ ہو رہا ہوں کہ میرے ایک صحافی دوست نے ان کا "جوٹھا چھوہارہ" کھایا بھی تھا...... اللہ اس کے حال پر رحم کرے کیونکہ موصوف کل سے شادی دفتروں کے چکر لگا رہے ہیں۔

مجھے یقین ہے کہ کھر صاحب نے جب نکاح نامہ پر کیا ہوگا تو...... "پہلی بیویوں کی تعداد" والا کالم چھوٹا پڑ گیا ہوگا...... ممکن ہے ساتھ اضافی شیٹیں بھی لگانی پڑ گئی ہوں۔ بہرحال جناب! کچھ بھی ہو...... یہ وقت ہے خوشی اور مبارک باد کا......

اس دلہن کو ہم سب کی طرف سے ڈھیروں مبارکباد، جسے اتنا تجربہ کار خاوند ملا......!!!

☆☆☆

ڈاکٹر صاحب

ڈاکٹر صاحب سے میری پہلی ملاقات ان کے مرغی خانے پر ہوئی تھی۔آپ نہایت منکسر المزاج ڈاکٹر ہیں۔طبیعت کی سادگی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ کئی کمزور دل مریضوں کو سرنج کے بغیر ہی انجکشن لگا دیتے ہیں۔آپ کا پورا نام ڈاکٹر ایم ایس این ہے۔نام سے یہ مت سمجھئے گا کہ موصوف چیٹنگ کے بانی ہیں بلکہ ان کا نام محمد سرور نعیم ہے۔یہ جو آپ اکثر سنتے ہیں کہ انٹرنیٹ کا "سرور" خراب ہو گیا ہے...... وہ "سرور" ڈاکٹر صاحب ہی ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کو مونچھیں رکھنے کا بہت شوق ہے......ان کے بس میں ہوں تو وہ کانوں اور ناک پر بھی مونچھیں رکھ لیں۔ڈاکٹر صاحب پرہیزی بھی بہت ہیں۔یاد رہے کہ میں نے صرف پرہیزی کہا ہے "نمازی پرہیزی" نہیں اور پرہیزی بھی وہ بڑے عجیب قسم کے ہیں۔اصل میں انہیں پورا یقین ہے کہ جس دن بھی انہوں نے زیادہ میٹھا کھا لیا......ان کے اندر گنے اگنے لگیں گے......انہیں ایک خوف بھی ہے......وہ یہ کہ اگر انہوں نے فوری طور پر انگریزی نہ سیکھی تو صدر بش سے ملاقات اور بھی مشکل ہو جائے گی۔ڈاکٹر صاحب خوش شکل بھی بہت ہیں اتنے زیادہ کہ 45 سال کا ہونے کے باوجود آج بھی عورتیں انہیں دیکھ کر "شکر" کرتی ہیں۔چونکہ ڈاکٹر ہیں اس لیے ٹھیک کرنے میں ثانی نہیں رکھتے۔ڈاکٹر صاحب کو آپ ہمیشہ لوگوں کے ہجوم میں گھرے ہوئے پائیں گے۔اس سے مراد یہ نہیں کہ ڈاکٹر صاحب کے مریض بہت زیادہ ہوتے ہیں بلکہ ڈاکٹر صاحب زیادہ تر لاری اڈوں پر اپنا کلینک سجاتے ہیں ان کا "مختصر کلینک" ان کے کندھوں پر ہوتا ہے۔ویسے تو وہ شوگر، دمہ، بواسیر، کالا موتیا، خارش، کھانسی، بخار اور ٹموے کے سپیشلسٹ ہیں لیکن انہیں بذات خود اپنی جس خاصیت پر ناز ہے وہ یہ کہ انہیں "اہم بیماریوں" پر بھی عبور حاصل ہے۔زیادہ تفصیل میں جاؤں گا تو بلاوجہ ڈاکٹر صاحب کی تشہیر ہو جائے گی لہذا دوسری طرف آتا ہوں۔

ڈاکٹر ایم ایس این بہت زیادہ انڈے کھاتے ہیں اسی وجہ سے کئی مرغیاں ان سے ناراض ہیں۔زیادہ انڈے کھانے کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب عنقریب خود بھی کسی چھوٹے موٹے انڈے کی شکل اختیار کرنے والے ہیں۔وہ کہتے ہیں "انڈے کھانا ہمارا بنیادی حق ہے"......ڈاکٹر صاحب کی اسی انڈہ خوری کی وجہ سے ان کے محلے کی کئی مرغیوں نے احتجاجاً انڈے دینا بند کر دیئے ہیں۔میں چونکہ عرصہ دراز سے ڈاکٹر صاحب کا معتقد ہوں اس لئے وہ مجھ پر خاص مہربان ہیں۔یاد رہے کہ جب وہ کسی پر خاص مہربان ہوتے ہیں تو دوستی کے اظہار کے طور پر آفٹر شیو لوشن دیتے ہیں شاید اسی لیے لڑکیاں ان سے دوستی کرنے سے کتراتی ہیں۔

یہ آفٹر شیو لوشن ڈاکٹر صاحب کا اپنا تیار کردہ ہے بقول ان کے......انہوں نے اس میں خالص عرقیات استعمال کیے ہوئے ہیں مجھے ایک دفعہ یہ لوشن لگانے کا اتفاق ہو چکا ہے......میں اس تلخ تجربے کو دہرانا نہیں چاہتا لیکن میرے خیال میں یہ بتانا ضروری ہے کہ ڈاکٹر صاحب کا عطا کردہ

آفٹر شیو لوشن لگانے کے بعد ڈیڑھ سال تک میں شیو کے لئے ترستا رہ گیا تھا۔

یہ سارا کالم ڈاکٹر صاحب پر لکھنے کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ آج کل ڈاکٹر صاحب ایمرجنسی دورے پر لاہور ہی میں ہیں۔ اگر کسی نے نام لینا ہو تو بتا دے۔

☆☆☆

بسنت اور سرخ بٹن......!!!

لاہور اس وقت پتنگ بازوں کے نرغے میں ہے۔ ہر گلی، ہر محلے، ہر گھر، ہر گاڑی پر آپ کو بسنتی نشانیاں لگی ہوئی ملیں گی۔ لاہور میں داخل ہونے والے چاروں راستوں پر بڑے بڑے پتنگ سجائے گئے ہیں۔ ریس کورس میں شاندار بسنت میلہ شروع ہے۔ اندرون شہر کی بڑی بڑی چھتیں پہلے ہی پچاس پچاس ہزار روپے میں ایک رات کے لئے بک ہو چکی ہیں۔ لاہور کی ہر سڑک پر پتنگ فروش موجود ہیں۔ بسنت کا یہ تہوار صرف امیر لوگ نہیں مناتے...... اس میں ریڑھی والے سے لے کر کار والے تک ''محمود و ایاز'' ایک ہوتے ہیں۔ بسنت کے موقع پر سیکنڈ ہینڈ پتنگوں کی فروخت بھی عروج پر ہوتی ہے...... یہ وہ پتنگیں ہوتی ہیں جو ''لٹیرے'' لوٹ کر آدھی قیمت پر فروخت کرتے ہیں۔ اس وقت پورا لاہور شہر ''ڈوروں'' میں پرو دیا ہوا ہے۔ ہر دومنٹ بعد بو کاٹا کی آواز آتی ہیں اور بجلی چلی جاتی ہے۔ خدا گواہ ہے کہ لاہور یے عید اتنی خوشی سے نہیں مناتے جتنی خوشی سے بسنت مناتے ہیں۔ اگرچہ پاکستان کے دوسرے شہروں میں بھی بسنت منائی جاتی ہے لیکن معروف شہروں میں لاہور، گوجرانوالہ اور قصور سرفہرست ہیں۔

میں نے اس بار بڑی خصوصی پتنگیں بنوائی ہیں...... پچھلی بار اللہ کے فضل سے میں نے 30 پیچ لگائے تھے اور 32 پتنگیں کٹوائی تھیں۔ میرے ساتھ ہر دفعہ ہی ایسا ہوتا ہے۔ نہ مجھے پتنگ اڑانے کا تجربہ ہے، نہ پتنگ لوٹنے کا...... لیکن پتنگ اڑانے کا ایسا شوق ہے کہ پتنگ نہ بھی ہو تو میں پتنگ اڑا لیتا ہوں۔ البتہ میاں صاحب پتنگ لوٹنے میں ثانی نہیں رکھتے...... پتنگیں لوٹ لوٹ کر ان کا نام ''لٹیرا'' پڑ گیا ہے...... شاید اسی وجہ سے بسوں والے بھی انہیں بٹھاتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ میاں صاحب کبھی بھی تندی کی مدد سے پتنگ نہیں لوٹتے...... بلکہ پتنگ لوٹنے کے لیے ان کا اپنا ہی طریقہ ہے۔ بسنت کے روز بیس روپے دیہاڑی پر پانچ چھ بچے رکھ لیتے ہیں اور انہیں ناخون کی لمبی لمبی ''گاٹیاں'' دے کر گلیوں میں بھیج دیتے ہیں۔ یہ بچے گلیوں میں گشت کرتے رہتے ہیں اور جونہی ان کی نظر اوپر سے گزرتی ہوئی ڈور پر پڑتی ہے، یہ نشانہ لے کر گاٹی پھینکتے ہیں اور ڈور قابو میں لے کر پتنگ پر قبضہ کر لیتے ہیں...... اگرچہ اس ''مشن امپوسبل'' میں اور لوگ بھی شریک ہوتے ہیں لیکن چونکہ میاں صاحب ایک بزرگ کی حیثیت سے بچوں کے ساتھ ہوتے ہیں اس لیے کسی کو پھڈا ڈالنے کی ہمت نہیں ہوتی۔

سیاسی سطح پر بھی اس وقت فل بسنت جاری ہے جس میں مشرف صاحب کی گڈی چڑھی ہوئی ہے۔ طاہر القادری اپنی ڈور کو مانجھا لگا رہے ہیں...... عمران خان ''کنی'' دینے کے لئے کوئی بندہ تلاش کر رہے ہیں...... قاضی حسین احمد کی پتنگ اگرچہ تھوڑی نیچی اڑ رہی ہے لیکن شنید ہے کہ عوامی ''ٹھمکے'' اسے کبھی نہ کبھی اوپر ضرور لے آئیں گے...... راشد قریشی نے جنرل صاحب کی ''چرخی'' پکڑ رکھی ہے...... نواز شریف ڈور پہ ڈور دیئے جا رہے ہیں اور پتنگ ان سے دور ہوتی جا رہی ہے...... بے نظیر نے اپنی پتنگ اتار لی ہے اور ''گانٹھوں'' کی تیاریوں میں مصروف ہیں...... زرداری فی الحال ''پنا'' لپیٹ رہے ہیں...... جبکہ الطاف حسین اپنی پتنگ کا ''جھپ'' نکالنے میں لگے ہوئے ہیں...... نوابزادہ نصر اللہ خان ہوا کی مخالف سمت میں

پتنگ اڑانے کی کوشش کر رہے ہیں.....اعجاز الحق "حلالئیں" ڈال رہے ہیں.....اور عوام حسب معمول آنکھیں آسمان پر لگائے ہوئے ہیں۔

قارئین سر!

سیاسی سطح پر جاری اس بسنت کا کوئی دن نہیں.....کوئی وقت نہیں..... یہ پورا سال چلتی ہے اور اللہ توکل چلتی ہے.....اس میں ہر شخص کو یقین ہوتا ہے کہ میں ہی جیتوں گا..... ہر شخص کا اپنا انداز ہوتا ہے..... ہر شخص کی اپنی سمجھ بوجھ ہوتی ہے.....یہ علیحدہ بات ہے کہ ان میں سے اکثریت کی عقل اس سردار جی جتنی ہوتی ہے جو ایک دفعہ اپنے دوست کے پاس لندن گئے۔ تھوڑی دیر گفتگو کے بعد جب کھانے کی باری آئی تو دوست نے کہا سردار جی ہاتھ منہ دھو لیجئے کھانا تیار ہے.....لیکن! خبردار یاد رکھئے کہ واش بیسن پر دو بٹن لگے ہوئے ہوں گے.....ایک سبز.....ایک سرخ.....آپ نے صرف اور صرف سبز بٹن دبانا ہے..... غلطی سے بھی سرخ بٹن نہ دبایئے گا۔ سردار جی سمجھ گئے اور واش روم میں گھس گئے.....واش بیسن پر پہنچے تو دیکھا کہ واقعی دو بٹن لگے ہوئے ہیں.....انہوں نے سبز بٹن دبایا.....فوراً ہی فریش پانی آنا شروع ہو گیا.....سردار جی ہاتھ منہ دھو کر بجنے ہی والے تھے کہ اچانک دل میں خیال آیا کہ ذرا سرخ بٹن تو دبا کر دیکھوں.....انہوں نے بڑے اشتیاق سے سرخ بٹن پر انگلی رکھی.....بٹن دبانے کی دیر تھی کہ بجلی کی رفتار سے سامنے کی دیوار سے ایک مکہ نکلا اور پوری قوت سے سردار جی کے منہ پر پڑا.....سردار جی کے چودہ طبق روشن ہو گئے.....وہ تیورا کر فرش پر گرے.....دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہو گئیں.....نبض ڈوبنے لگی.....آنکھوں کے آگے اندھیرا آ گیا.....جسم پر کپکپی طاری ہو گئی اور کانوں میں سیٹیاں بجنے لگیں.....کافی دیر تک وہ اسی عالم میں رہے.....پھر دس پندرہ منٹ بعد جیسے ہی کچھ ہوش آیا.....وہ اٹھے.....اپنے گال تھپتھپائے..... آنکھوں پر پانی کے چھینٹے مارے.....خود کو سنبھالا اور لباس درست کرتے ہوئے باہر آ کر بڑی خاموشی سے صوفے پر بیٹھ گئے۔

دوست نے ویسے ہی پوچھا..... "سردار جی!.....سرخ بٹن تو نہیں دبایا تھا ناں.....؟"

سردار فوراً بولے.....نہیں نہیں.....سرخ بٹن دبا کر میں نے منہ تڑوانا ہے.....!!!"

☆☆☆

میاں صاحب اور قربانی کا بکرا

بکرا عید کی وجہ سے اس وقت بکروں کے ریٹ اتنے زیادہ بڑھ چکے ہیں کہ کئی لوگ جو گھر کے باہر فخر سے اپنی گاڑی کھڑی کیا کرتے تھے، اب بکرا باندھنے لگے ہیں۔ میاں صاحب ہمیشہ قربانی کرتے ہیں لیکن بکرے کی چھان بین کرنے میں ان کا کوئی ثانی نہیں...... حالانکہ ساری دنیا جانتی ہے کہ انہیں بکروں سے زیادہ "بکریوں" سے پیار ہے...... اگرچہ وہ کبھی کبھار گائے کی قربانی بھی کر لیتے ہیں لیکن پچھلی دفعہ کے واقعہ کے بعد سے انہوں نے زیادہ توجہ بکروں پر مرکوز کر دی ہے...... پچھلی دفعہ یہ ہوا کہ وہ میرے ہمراہ گائے لینے منڈی پہنچے...... ایک موٹے سے صاحب سے گائے کا ریٹ پوچھا...... اس نے ایک گائے کا ریٹ 10,000 اور دوسری کا 15,000 روپے بتایا۔ میاں صاحب نے حیرانی سے پوچھا...... "بھائی یہ دائیں طرف والی گائے کی عمر کتنی ہے؟"

موٹے نے جواب دیا...... "تین سال"۔

"اور بائیں طرف والی کی......؟" میاں صاحب نے اشارہ کیا......

"یہ بھی تین سال کی ہے"۔

میاں صاحب غصے سے بولے...... "جب دونوں کی عمر اور صحت ایک جیسی ہے تو قیمت میں 5,000 کا فرق کیوں......؟؟؟"

موٹے نے اطمینان سے کہا...... "جناب......!!! آخر کریکٹر بھی کوئی چیز ہوتی ہے......!!!"

☆☆☆

اس دفعہ میاں صاحب پھر مجھے ساتھ لے گئے...... حالانکہ میں نے کئی دفعہ ان سے گذارش کی ہے کہ بکروں سے میرے مراسم کچھ زیادہ اچھے نہیں اور نہ ہی میں اس جانور کے بارے میں کوئی زیادہ معلومات رکھتا ہوں...... بلکہ مجھے تو بکرا اور بکری کی پہچان تک نہیں ہے...... لیکن میاں صاحب بضد تھے اگرچہ بکروں سے تمہاری زیادہ جان پہچان نہیں لیکن ممکن ہے بکرے والا تمہاری شکل دیکھ کر کچھ رعایت کر دے......!!!

بکرا منڈی میں جس پہلے بکرے پر میاں صاحب نے ہاتھ رکھا...... وہ فرط جذبات سے چلایا...... "بے...... بے......" گویا پنجابی میں کہہ رہا ہو...... "بیٹھو...... بیٹھو......"

میاں صاحب نے ہاتھ دبا کر اچھی طرح سے اسے چیک کیا...... پھر مجھے حکم دیا...... "اس کے دانت چیک کرو"۔

میں نے فوراً حکم کی تعمیل کی...... دانت چیک کیے اور جلدی سے کہا...... "دانت صاف نہیں ہیں...... لگتا ہے ٹوتھ پیسٹ نہیں کیا......!"

میاں صاحب بھڑک اٹھے...... "ابے دانتوں کی صفائی نہیں، کنڈیشن چیک کرنی ہے...... کوئی ٹوٹا ہوا تو نہیں......"

''اوہ ..... سوری ..... ابھی دیکھتا ہوں .....'' میں نے معذرت کی اور دوبارہ دانتوں کا جائزہ لیا ..... ''میاں صاحب اللہ بخشے سارے دانت سلامت ہیں .....''

''ویری گڈ ..... ہاں بھئی کیا قیمت ہے اس کی .....؟'' میاں صاحب نے بکرے والے کو آواز دی ..... وہ ایک شان بے نیازی سے قریب آیا اور بڑے اطمینان سے بولا ..... !

''12 ہزار روپے .....''

''بارہ ہزار .....'' میاں صاحب کی آنکھیں پھیل گئیں ..... ''اس میں وی سی آر لگا ہوا ہے .....؟؟؟''

بکرے والے کا منہ بن گیا ..... ''اگر یہ مہنگا ہے تو یہ دوسرے والا لے لیں ..... یہ 9 ہزار کا ہے .....''

''ن ..... ن ..... نو ہزار روپے .....'' میاں صاحب کو میڈیم سائز کا غش پڑا ..... ''یہ بی اے پڑھا ہوا ہے .....؟؟؟''

''آپ کی گنجائش کتنی ہے .....؟؟؟'' بکرے والے نے نفرت سے پوچھا۔

میں نے ادھر ادھر دیکھا۔ پھر قریب آتے ہوئے اس کے کان میں سرگوشی کی ..... ''چار ہزار میں بات بن جائے گی''۔

اس نے مجھے کان ادھر لانے کا اشارہ کیا اور بڑی عزت سے بولا ..... ''بکواس بند کرو .....!!!''

میں نے بڑبڑا کر ادھر ادھر دیکھا ..... پھر ذرا سنبھل کر اس کے کان میں کہا ..... ''بے عزتی نہ کریں اور کچھ کی کوشش کریں ..... ہم بہت غریب ہیں .....''

اس نے بھی میرے کان میں کہا ..... ''غریب ہو تو بکرے کی بجائے مرغی کی قربانی کر لو .....''

میں نے جواباً اس کے کان میں کہا ..... ''مرغے کی قربانی جائز نہیں ..... مولوی صاحب اعتراض کریں گے .....''

اس نے سرگوشی کی ..... ''مولوی صاحب کو 25 روپے دے دینا ..... وہ خود ہی مان جائیں گے .....''

میں نے غصے سے اس کی طرف دیکھا اور میاں صاحب کو اشارہ کیا .....

''کیوں بھئی کک مکا نہیں ہوا .....'' میاں صاحب نے پوچھا۔

''نہیں .....'' میں نے غصے سے کہا ..... ''یہ بکرے والا نہیں ..... را کا ایجنٹ ہے ..... کم بخت مذہبی منافرت پھیلانے کی کوشش کر رہا ہے .....''

میاں صاحب نے زندگی میں پہلی بار میری بات مانی اور آگے چل دیے .....

اس روز ہم نے کوئی ڈیڑھ سو بکرے دیکھے، لیکن میاں صاحب کو ایک بھی پسند نہ آیا ..... اچانک ایک بکرے کو دیکھتے ہی میاں صاحب ٹھٹک کر رک گئے ..... قریب آ کر غور سے اس کا جائزہ لیا ..... اس کی آنکھوں میں جھانکا ..... پھر یکدم اسے چومنے لگے ..... میں گھبرا گیا ..... میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں ..... اور میاں صاحب تھے کہ بکرے کی مسلسل "چمیاں" لیے جا رہے تھے ..... دیکھتے ہی دیکھتے ان کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے ..... انہوں نے بکرے کو سینے سے لگا لیا اور بڑے پیار سے اس پر ہاتھ پھیرنے لگے ..... سارے لوگ بڑی حیرت سے ہمیں دیکھنے

لگے.....میاں صاحب نے دھوتی کے پلو سے اپنے آنسو خشک کیے اور بکرے والے سے بکرے کی قیمت پوچھنے لگے.....بکرے والے نے بتایا کہ اس کی قیمت 13 ہزار ہے.....حیرت کی بات تو یہ ہے کہ یہ قیمت سن کر بھی میاں صاحب نہیں چونکے اور سوچی ہوئی آنکھوں سے ساتھ مجھے پیسے نکالنے کا اشارہ کیا.....میں نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ انہوں نے فوراً میرے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور بھرائی ہوئی آواز میں بولے..... "یہ جتنے پیسے مانگتا ہے دے دو..... مجھے ہر حال میں یہ بکرا خریدنا ہے....."

"لیکن میاں صاحب!.....کچھ پیسے تو کم کروالیں.....یہ بہت زیادہ....."

انہوں نے درمیان میں میری بات کاٹ دی..... "میں نے کہا ناں کہ پیسے دے دو....."

بادل نخواستہ میں نے 13 ہزار روپے نکالے اور بکرے والے کے ہاتھ پر رکھ دیے۔ میں بکرے کے گلے میں رسی ڈالنے ہی لگا تھا کہ میاں صاحب نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگے..... "نہیں.....نہیں.....اسے پیار سے گھر لے کر جانا ہے....."

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر یکدم اس بکرے میں میاں صاحب کو ایسی کون سی خوبی نظر آ گئی ہے کہ وہ اتنے مہربان ہو گئے ہیں لیکن چونکہ بحث فضول تھی اس لیے میں نے ان کے حکم کے مطابق بکرے کو پیار سے سمجھا بجھا کر رکشے میں بٹھایا اور گھر آ ئے۔

گھر آ کر بھی میاں صاحب بار بار بکرے کو چومتے اور اس کا دانہ پانی چیک کرتے ..... ہر دفعہ جب وہ بکرے کو پیار کرتے تو ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے.....آخر مجھ سے صبر نہ ہو سکا اور میں نے پوچھ ہی لیا کہ میاں صاحب اس سے پہلے تو کبھی آپ نے قربانی کے بکرے سے اتنا پیار نہیں کیا.....اس دفعہ آپ کو اس بکرے سے اتنی محبت کیوں ہو گئی ہے.....؟؟؟"

میاں صاحب آنسوؤں کے درمیان ہچکیاں لیتے ہوئے بولے..... "کیا بتاؤں.....اس بکرے کی شکل ہو بہو "دادا مرحوم" جیسی ہے.....!!!"

☆☆☆

اس طرح تو ہوتا ہے......

میں بڑے نصیبوں والا ہوں...... ماں مجھے بد بخت کہتی ہے اور باپ کم بخت...... سنا ہے جس روز میں پیدا ہوا اس روز محلے کی 18 بھینسوں کو کینسر اور 11 گدھوں کو ٹائیفائیڈ ہو گیا تھا۔ میری یادداشت بہت تیز ہے مثلاً مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب میں لگ بھگ 8 ماہ کا تھا تو ہمسائیوں کی ایک جوان لڑکی مجھے گود میں اٹھا کر ادھر ادھر چوما کرتی تھی۔ ایک روز جب موسم بڑا سریلا تھا اور بادلوں سے آسمان ڈھکا ہوا تھا...... وہ ہمارے گھر آئی اور حسب روایت مجھے گود میں اٹھا کر پچکارنے لگی، میرے انگ انگ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، میں فوراً سمجھ گیا کہ اسے مجھ سے پیار ہو گیا ہے، اسی اثناء میں اس نے مجھے...... چوم لیا......!!!

اف خدایا...... کیا بتاؤں...... میں تو خوشی سے نہال ہو گیا...... میں نے فوراً سوچا کہ مجھے بھی پیار کی کوئی نشانی اسے دینی چاہیے، میرے ننھے دماغ نے فوری طور پر مجھے اس کا طریقہ سمجھایا اور میں نے اسے پیار میں "شرابور" کر دیا۔

☆☆☆

12 سال کا ہوا تو سکول سے نکال دیا گیا...... ابا ہیڈ ماسٹر صاحب کے پاس پہنچے تو ہیڈ ماسٹر صاحب غصے سے لال پیلے ہو رہے تھے۔ ابا نے ڈرتے ڈرتے پوچھا کہ مجھے سکول سے کیوں نکالا گیا ہے؟

ہیڈ ماسٹر صاحب چلائے...... "یہ...... یہ لڑکا سکول میں نہیں اصطبل میں رہنے کے قابل ہے......"

ابا چونکے...... "اوہ...... کہیں اس نے کلاس میں لید تو نہیں کر دی......"

"خاموش رہیے آپ......!!!" ہیڈ ماسٹر صاحب مزید زور سے چلائے...... "اس نے...... آپ کے بیٹے نے پورے سکول کو خوف و ہراس میں مبتلا کر رکھا ہے...... پچھلے ہفتے اس نے ریاضی کے بوڑھے ماسٹر صاحب کی قمیص کے ساتھ امنٹ باندھ دی تھی...... وہ بچے شاید بڑھاپے کی وجہ سے ان سے چلا نہیں جا رہا...... اسی چکر میں دو دن بعد گھر پہنچے...... اس سے پچھلے ہفتے آپ کے لاڈلے نے معاشرتی علوم کے ماسٹر صاحب کی کرسی کے نیچے پر کار رکھ دی تھی...... وہ ابھی تک ایمرجنسی وارڈ میں پڑے ہیں...... اور...... اور آج اس نے سارے سکول میں مشہور کر دیا کہ ہیڈ ماسٹر صاحب بقضائے الٰہی انتقال فرما گئے ہیں لہٰذا آج سکول میں چھٹی ہو گی...... وہ تو اتفاقاً میں موقع پر پہنچ گیا ورنہ سب لڑکے چھٹی کر کے جانے والے تھے...... مجھے دیکھتے ہی اس نے شور مچا دیا کہ یہ ہیڈ ماسٹر صاحب نہیں بلکہ ان کی روح ہے...... لے جایئے اسے گھر واپس...... میرے سکول میں ایسے ہونہار تخریب کار کے لئے کوئی جگہ نہیں......"

"لل...... لیکن...... ہیڈ ماسٹر صاحب...... میری بات تو سنیے......" ابا نے کچھ کہنے کی کوشش کی، لیکن ہیڈ ماسٹر صاحب نے ایک جھٹکے سے

اپنی چھڑی اٹھائی، عینک درست کی اور مجھے قہر آلود نظروں سے گھورتے ہوئے نفی میں سر ہلاتے ہوئے باہر نکل گئے۔

☆☆☆

14 سال کا ہوا تو پتا چلا کہ اب میں بڑا ہو گیا ہوں...... ثبوت اس وقت ملا جب محلے کی مسجد کے مولوی صاحب نے ابا سے شکوہ کیا کہ یہ میری سگی بیوی کو غیر شرعی نظروں سے دیکھتا ہے۔ ابا نے مولوی صاحب کے جاتے ہی کپڑے دھونے والا ڈنڈا لیا اور میری ہڈی پسلی ایک کر دی...... وہ مجھے مارتے جاتے تھے اور ساتھ ساتھ کہتے جاتے تھے اگر محلے داری میں یہی کچھ کرنا ہے تو پھر میں مر گیا ہوں کیا......!!!

☆☆☆

16 سال کا ہوا تو کما لانے کا حکم ہوا...... میں نے بیزاری کا اظہار کیا تو ابا نے واضح الفاظ میں آگاہ کر دیا کہ اگر میں نے ایک ہفتے کے اندر اندر کوئی نوکری تلاش نہ کی تو وہ نئے بیٹے کی پیدائش میں منہمک ہو سکتے ہیں...... اور اس دوران میرا خرچہ پانی بالکل بند ہو گا...... نیز مجھے گھر میں رہنے کی اجازت بھی نہیں ہو گی...... میں نے فوری طور پر نوکری کے لیے دفتروں کے چکر کاٹنے شروع کر دیے...... نہ تعلیم...... نہ تجربہ...... نوکری کہاں سے ملتی...... نتیجہ یہ ہوا کہ ہر دفتر سے منہ کی کھانا پڑی...... بلکہ ایک دو دفتروں سے تو ہاتھ کی بھی کھانی پڑی...... لیکن میں نے ہمت نہیں ہاری...... اور بالآخر قدرت نے میری سن لی...... میں جیسے ہی لاری اڈہ انٹرویو کے لیے پہنچا...... انٹرویو لینے والے نے غور سے میرا جائزہ لیا اور بولا...... "کام تو مشکل نہیں، لیکن دل لگا کر کرنا ہو گا......"

"آپ فکر نہ کریں جناب...... میں کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گا......" میں نے جلدی سے کہا۔

"ٹھیک ہے...... لیکن ذرا احتیاط کرنا...... پیسوں کا معاملہ ہے...... شام کو پورا حساب ملنا چاہیے......"

"ایسا ہی ہو گا جناب...... لیکن آپ نے بتایا نہیں کہ کام کیا کرنا ہے......"

اس نے سامنے بس اسٹینڈ کی طرف اشارہ کیا...... "وہ...... وہاں بیٹھنا ہو گا اور جو بھی ادھر آئے، اس سے دو روپے لینے ہوں گے......"

"ٹھیک ہے جی......" میں نے خوش ہو کر کہا...... "دو روپے لے کر کوئی پرچی بھی تو دینی ہو گی ناں......؟"

"پرچی...... کیسی پرچی؟؟؟" وہ حیرانی سے بولا۔

"اوئے میں بس کے ٹوکن کی بات نہیں کر رہا......" وہ گرجا۔

"تو پھر کدھر ڈیوٹی ہو گی جی میری......؟؟؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"وہ...... بس کے پیچھے دیکھو...... وہاں ڈیوٹی ہو گی تمہاری......" اس نے اشارہ کیا...... میں نے غور سے بس کے پیچھے بنے پیلی سفیدی والے دو کمروں پر نظر ڈالی جن پر واضح الفاظ میں "زنانہ...... مردانہ......" کے الفاظ تحریر تھے...... میں نے ایک زوردار چیخ ماری اور واپس بھاگ آیا۔

☆☆☆

گھر کے حالات ابتر ہوتے جا رہے تھے...... ابا کی دی ہوئی مہلت ختم ہونے میں صرف دو دن باقی رہ گئے تھے...... کبھی کبھی مجھے اپنے

آپ پر شدید غصہ آتا..... لڑکا ہونے سے بہتر تھا کہ میں لڑکی پیدا ہوتا..... مجھے یقین تھا کہ اگر میں لڑکی ہوتا تو ایک ہزار ایک طریقوں سے اپنے گھر کے حالات بہتر کر سکتا تھا..... میں نے اچھی طرح سے دیکھ لیا تھا کہ یہ دنیا ہے ہی لڑکیوں کی..... ہر شخص لڑکیوں کو لفٹ کراتا ہے..... ہر نوکری لڑکیوں کے لیے ہوتی ہے۔ مجھے پتا چلا کہ کچھ دنوں تک مجھے بھوکوں رہنا پڑے گا، کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں..... میں اسی پریشانی کے عالم میں گندے نالے کے کنارے بیٹھا تھا کہ پیجا آ گیا۔ پیجا میرے بچپن کا دوست تھا اور میری کوئی بات اس سے چھپی نہیں تھی۔ مجھے پریشان دیکھ کر اس نے میرے کندھے پر ہاتھ مارا اور کے ٹو سلگاتے ہوئے بولا..... ''او شہزادے..... خیر تو ہے..... کیوں پریشان بیٹھا ہے.....؟''

میں نے گہرا سانس لیا..... ''بس پیجے یار..... ملازمت کی وجہ سے بہت پریشان ہوں.....''

''ملازمت کی وجہ سے پریشان ہو..... تو چھوڑ دو ملازمت.....'' اس نے تجویز دی۔

''ابے ملازمت ہے کہاں جسے چھوڑوں..... میں ملازمت نہ ملنے کی وجہ سے پریشان ہوں.....'' میں نے دانت پیسے اور پیجے نے ہونقوں کی طرح گردن ہلا دی۔

''اب بتا..... ہے کوئی اس پریشانی کا حل.....؟؟'' میں نے جماہی لی۔

پیجا میری بات سن کر کچھ سوچنے لگا..... کچھ دیر منہ ہی منہ میں بڑبڑانے کے بعد اس نے کہا..... ''شہزادے..... اگر پریشانی زیادہ ہے تو میں ایک پیر صاحب کو جانتا ہوں..... ان کے پاس چلے چلتے ہیں..... وہ یقیناً کوئی حل بتا دیں گے''۔

''ابے چھوڑ یار..... یہ پیر ویر سب ڈھکوسلے ہوتے ہیں.....'' میں نے لاپرواہی سے کہا۔

''ابے نہیں میری جان..... یہ کوئی عام پیر نہیں..... بڑے پہنچے ہوئے پیر ہیں..... اور ہر کام کر سکتے ہیں.....'' پیجے نے جلدی سے کہا۔

''کیا واقعی وہ ہر کام کر سکتے ہیں.....'' پیجے کی بات سن کر میرے ذہن میں ایک عجیب سا خیال آیا۔

''ہاں ہاں..... آزما کے دیکھ لے..... پیسے بھی کام ہونے کے بعد لیتے ہیں''۔

میں نے کچھ دیر اپنے خیال پر غور کیا..... پیر صاحب سے بات کر لینے میں کوئی حرج نہیں تھا..... پتا نہیں کیوں مجھے یقین تھا کہ یہ کام ناممکن ہیں..... ''ٹھیک ہے پیجے..... ہم کل پیر صاحب کے پاس چلیں گے.....'' میں نے اعلان کیا اور پیجے کی باچھیں کھل گئیں۔

☆☆☆

اگلے دن ٹھیک 11 بجے ہم پیر صاحب کے آستانے پر موجود تھے۔ مجھے پتا تھا کہ پیر صاحب چوغے میں ملبوس ہوں گے اور گلے میں منکائیں پہنی ہوں گی لیکن پیر صاحب کو دیکھتے ہی میری آنکھیں پھیل گئیں۔ انہوں نے تھری پیس پہنا ہوا تھا، نئے ڈیزائن کی ٹائی اور راڈو کی اصلی گھڑی باندھ رکھی تھی۔ ان کے کمرے میں ڈیڑھ ٹن کا اے سی لگا ہوا تھا اور ایک طرف ٹی وی اور وی سی آر پڑا تھا۔ پہلی نظر میں وہ مجھے پیر کم اور منگل زیادہ لگا۔

''سلام پیر صاحب.....'' پیجے نے ہاتھ بلند کیے۔

پیر صاحب نے ہاتھ کے اشارے سے جواب دیا اور کرسی ہماری طرف گھمائی۔

"وہ......وہ جی...... یہ میرا دوست ہے جی......گلو......"

"کام کی بات کرو......" پیر صاحب سخت لہجے میں بولے۔

بھیجا سہم گیا۔ "وہ جی...... میں نے اس کو آپ کے بارے میں بتایا تھا...... یہ...... یقین نہیں کر رہا تھا......"

"یقین نہیں کر رہا تھا...... کیوں......؟؟؟" پیر صاحب گرجے اور مجھ پر انکشاف ہوا کہ میرا نشانہ خاصا کمزور ہے۔

"نن...... نہیں...... جی...... ایسی تو کوئی بات نہیں......" میں نے ہڑبڑا کر کہا۔

"پیر صاحب...... میں نے اسے بتایا ہے کہ آپ ہر کام کر سکتے ہیں......" بھیجے نے اپنے نمبر بنانے شروع کر دیے۔

پیر صاحب نے تعریفی نظروں سے بھیجے کی طرف دیکھا۔

میں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا...... "پیر صاحب...... کیا واقعی آپ ہر کام کر سکتے ہیں......؟؟؟"

پیر صاحب گرجے...... "کیوں نہیں...... ہر کام کر سکتا ہوں...... لیکن......!!!"

"لیکن کیا جی......!!!"

"لیکن یہ کہ فیس پوری لیتا ہوں"۔

"پیر صاحب! اگر آپ میرا کام کر دیں تو میں آپ کو دوگنا فیس ادا کروں گا......" میں نے بے چینی سے کہا۔

میری بات سن کر پیر صاحب اور بھیجا...... دونوں چونک اٹھے۔ پیر صاحب نے کرسی پر پہلو بدلا اور بولے...... "کام بتاؤ......"

میں نے دو قدم آگے بڑھائے...... پیر صاحب کے قریب ہوا اور پورے اعتماد سے کہا...... "مجھے لڑکی بنا دیجیے......"

میری بات سن کر پیر صاحب کرسی پر اچھل پڑے...... بھیجے کو ایک چکر سا آیا...... لیکن اس نے تیزی سے خود کو سنبھالا اور میرے قریب آتے ہوئے بولا...... "ابے یہ کیا نامردوں والی فرمائش کر رہا ہے...... وہ نوکری والی بات کر...... نوکری والی......"

"نہیں بھیجے...... میں واقعی لڑکی بننا چاہتا ہوں...... بتائیے پیر صاحب...... کیا آپ میرا کام کر سکتے ہیں؟؟؟"

پیر صاحب جو حیران و ششدر کھڑے تھے...... مجھے گھورنے لگے...... پھر اچانک بھیجے سے بولے...... تم باہر جاؤ......"

بھیجے نے ایک لمحے کے لئے تذبذب کیا...... پھر پیر صاحب کی آنکھوں میں جلال دیکھ کر دم دبا کر باہر نکل گیا۔

"تم لڑکی کیوں بننا چاہتے ہو......؟؟؟" پیر صاحب نے میری آنکھوں میں جھانکا۔

میری آنکھوں میں آنسو آ گئے...... "کیا بتاؤں پیر صاحب...... یہ دور ہی لڑکیوں کا ہے...... لڑکا ہونے سے بہتر ہے انسان کتا ہو جائے...... جہاں دیکھو لڑکیوں کی بات ہی مانی جاتی ہے...... میں لڑکی بن کر...... لڑکوں کو ورغلا کر اپنے گھر کے حالات درست کرنا چاہتا ہوں......"

پیر کے حلق سے ایک زوردار قہقہہ نکلا...... پھر وہ ہنستا ہی چلا گیا...... میں بیوقوفوں کی طرح اسے ہنستے دیکھ رہا تھا۔ پانچ منٹ بعد جب اس کی ہنسی کو بریک لگے تو اس نے میرے کندھے پر اپنا دایاں ہاتھ رکھ دیا۔

''میرے لیے یہ بھی ناممکن نہیں...... لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میرا معاوضہ کیا ہوگا؟؟؟''

''پیر صاحب...... میں لڑکی بن کر آپ کی پائی پائی اتار دوں گی...... م...... میرا مطلب ہے اتار دوں گا......'' میں نے جلدی سے کہا۔

پیر کی آنکھوں میں شیطانی چمک ابھر آئی...... ''مجھے معاوضہ نہیں چاہیے......''

''تو پھر......؟؟؟'' میں حیران رہ گیا۔

''وعدہ کرو کہ لڑکی بننے کے بعد اپنے قیمتی لمحات سب سے پہلے میرے نذر کرو گے......'' اس نے للچائی ہوئی نظروں سے کہا اور مجھے زور سے چکر آ گیا۔ وہ الو کا پٹھا پوری طرح خباثت پر اتر آیا تھا۔ پہلے تو میں نے سوچا کہ انکار کردوں...... پھر سوچا ایک دفعہ لڑکی تو بن جاؤں...... بعد میں دیکھا جائے گا۔ میں نے کچھ سوچنے کے بعد حامی بھر لی۔ پیر نے ایک زوردار نعرہ لگایا اور خوشخبری سنائی کہ وہ کل سے 40 دن کا چلہ شروع کردے گا اور یہ چالیس دن مجھے ایک تاریک کمرے میں اکیلے گزارنا ہوں گے۔

☆☆☆

اگلے روز مجھے چلے والے کمرے میں پہنچا دیا گیا...... اس کمرے میں صرف ایک چارپائی تھی اور زیرو کا ایک بلب...... پیر نے مجھے بتا دیا تھا کہ ان چالیس دنوں میں مجھے صرف چنے کی دال کھانا ہوگی۔ پیر نے میری چارپائی کے چاروں طرف چاک سے لائن کھینچ دی تھی...... ہر روز وہ میرے کمرے میں آتا اور میری چارپائی کے گرد پڑھے ہوئے پانی کا چھڑکاؤ کرتا...... باہر کی دنیا کے دروازے میرے لیے بند ہو چکے تھے...... میں صرف ایک کمرے کا ہو کر رہ گیا تھا...... پیر مجھے پینے کے لیے پانی کی جگہ عجیب سا محلول دیتا تھا...... اگرچہ یہ بہت بدذائقہ ہوتا...... لیکن میں اسے دوائی سمجھ کر پی لیتا...... چلے کے دن آہستہ آہستہ گزرنے شروع ہو گئے...... ساتویں دن مجھے اپنے آپ میں انجانی سی تبدیلی کا احساس ہونے لگا...... چودھویں دن مجھے قمیص کی سامنے والی جیبیں بھری بھری لگنے لگیں...... اٹھارہویں دن میرا دل املی کھانے کو کرنے لگا...... بیسویں دن مجھے اپنی آواز پتلی سی لگنے لگی...... پچیسویں دن میں نے پیر سے چوڑیوں کی فرمائش کی...... تیسویں دن مجھے یوں لگا جیسے لپ اسٹک کے بغیر میری زندگی ادھوری ہے...... پینتیسویں دن مجھے اپنی سانسوں میں سے مہک آنے لگی...... اور انتالیسویں روز میری شیو غائب ہوگئی......!!!

☆☆☆

چالیسویں روز کا سورج میری زندگی میں بہار بن کر طلوع ہوا...... پیر نے چلے کا آخری منتر پڑھ کر مجھ پر پھونک ماری اور مجھے چارپائی سے نیچے اترنے کے لیے کہا۔ میں نے ڈرتے ڈرتے چارپائی سے نیچے قدم رکھا...... مجھے یوں لگا جیسے میں نے سنبھل کر قدم نہ رکھا تو میں گر جاؤں گا...... میں نے ایک ہاتھ سے اپنی قمیص سنبھالی اور دوسرا ہاتھ اپنے سینے پر رکھتے ہوئے چارپائی سے نیچے اتر آیا۔

''کیا محسوس کر رہے ہو......؟؟؟'' پیر کی آواز میں اضطراب تھا۔

میں نے بولنے کے لیے الفاظ نکالے اور میری چیخ نکل گئی...... میری آواز بالکل لڑکیوں جیسی ہو چکی تھی۔ پیر تو خوشی سے دیوانہ ہو گیا...... مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا...... میں نے پوری طرح سے خود کو ''ٹوہ'' کر دیکھا...... میں واقعی لڑکی بن چکا تھا...... میں واقعی لڑکی بن

گیا تھا۔ میں نے خوشی سے ناچنا شروع کر دیا۔ پیر پہلے ہی میرے لیے لڑکیوں والے کپڑوں کا انتظام کر چکا تھا..... میں نے یہ کپڑے پہن کر شیشے میں دیکھا تو مجھے یقین ہی نہ آیا کہ یہ میں ہوں..... میں سو فی صد ایک خوبصورت لڑکی بن چکا تھا۔ اتنے میں پیر کمرے میں داخل ہوا..... خوشی سے اس کے پیر زمین پر نہیں ٹک رہے تھے۔

''جان من..... آؤ ناں..... ادھر کمرے میں چلتے ہیں..... خوشیاں مناتے ہیں.....''

میں کھٹک گیا..... میری عزت خطرے میں تھی..... میں نے فوری طور پر کہا..... پیر ڈارلنگ..... تم میرے لیے لڑکیوں والے کپڑے تو لے آئے ہو..... لیکن ''وہ'' تو لائے ہی نہیں''۔

''وہ کیا.....؟؟؟'' پیر نے حیرانی سے پوچھا۔

''مجھے نہیں پتا.....'' میں نے اسکے گال پر چٹکی کاٹی..... ''ایسا کرو اپنی ماں سے پوچھ لو.....''

''ہاں یہ ٹھیک ہے.....'' پیر واپس بھاگا.....!!!

میں نے باہر جھانک کر دیکھا..... برآمدے میں کوئی بھی نہیں تھا..... میرے لیے میدان صاف تھا..... میں نے تیزی سے دروازہ کھولا اور گھر کی طرف دوڑ لگا دی۔

☆☆☆

اماں ابا میری بات سنتے ہی سکتے میں آ گئے۔

ابا نے مجھے ہاتھ لگا کر چیک کرنے کی کوشش کی لیکن اماں نے ان کا ہاتھ درمیان ہی میں پکڑ لیا۔

''خبردار اگر میری بیٹی کو ہاتھ لگایا تو.....''

ابا کھسیانے ہو کر بولے..... ''مم..... میں تو ویسے ہی دیکھ رہا تھا''۔

اس رات پوری تفصیل سے میں نے ان دونوں کو اپنے لڑکی بننے کے لئے فائدے بتائے..... ابا حیرانی سے سارا پلان سن رہے تھے..... اماں بار بار میری بلائیں لیے جا رہی تھیں، شائد انہیں بھی یقین آ گیا تھا کہ گھر کے حالات بدلنے کا وقت آ گیا ہے۔ انہوں نے سارے محلے میں مشہور کر دیا تھا کہ میں ان کی بہن کی بیٹی سلطانہ ہوں اور چھٹیاں گزارنے کے لئے ان کے ہاں آئی ہوئی ہوں۔

ادھر میں نے سب سے پہلے اپنے دشمنوں کی فہرست بنائی۔ مولوی صاحب ان میں سرفہرست تھے..... میں نے ان ہی سے ''بونی'' کرنے کا فیصلہ کیا اور اگلے روز نہا دھو کر بال سیٹ کر کے، پرفیوم لگا کر، کاجل لگا کر ان کے گھر کی کنڈی کھٹکائی..... دروازہ مولوی صاحب نے کھولا..... مجھے دیکھتے ہی از راہ احترام آگے سے ہٹ گئے۔ میں پورے اعتماد سے چلتا ہوا ان کے گھر کے اندر داخل ہو گیا..... سامنے ہی ان کی بیوی آٹا گوندھ رہی تھی، مجھے دیکھ کر مسکرا کر کھڑی ہو گئی..... میں نے تعارف کرایا!

''جی مجھے سلطانہ کہتے ہیں..... میں فیصل آباد سے آئی ہوں..... مقبول صاحب میرے خالو ہیں''۔

''اچھا اچھا.....آیئے ناں.....'' اس نے گلے لگا کر مجھے ویلکم کہا اور مولوی صاحب سے بوتل لانے کے لئے کہا۔

میں نے جلدی سے کہا..... ''نہیں نہیں.....شکریہ.....میں چلتی ہوں.....بس ویسے سلام لینے آئی تھی''۔

''لیکن آپ بیٹھیں تو سہی.....'' مولوی کی بیوی نے زبردستی میرا ہاتھ پکڑ لیا۔

میں سوچنے لگا کہ اس وقت مولوی کو میری اصلیت معلوم ہو جائے تو شائد وہ اپنی تسبیح سے میرا گلا گھونٹ دے۔

''نہیں میں چلتی ہوں.....پھر کبھی آؤں گی.....اس وقت میں خالو کے ساتھ جا رہی ہوں.....'' میں نے بہانہ تراشا۔

''جیسے آپ کی مرضی.....لیکن آیئے گا ضرور.....'' مولوی کی بیوی نے تاکید کی۔

''میں نے وعدہ کیا اور دروازے پر نظر بچا کر مولوی کو ایک جذبات بھری آنکھ دے ماری.....''

ایک لمحے کے لئے مولوی صاحب کا سانس رک گیا.....شائد انہیں ایک جوان اور خوبصورت لڑکی سے اس حرکت کی توقع نہیں تھی۔ وہ دیر تک دروازے میں کھڑے آنکھیں ملتے رہے۔

☆☆☆

دو دن بعد میں نے پتا کرایا کہ مولوی کی بیوی میکے گئی ہوئی ہے..... میں جلدی سے مولوی کے گھر آ گیا اور کنڈا کھٹکایا!

دروازہ مولوی ہی نے کھولا..... میں بے نیازی سے اندر داخل ہو گئی۔

مولوی نے جلدی سے کہا..... ''گھر میں کوئی نہیں ہے.....''

''پھر کیا ہوا.....آپ تو ہیں ناں.....!!!'' میں نے ایک ادا سے کہا اور مولوی کے ہوش اڑ گئے۔

''دیکھئے.....گھر میں کوئی نہیں ہے.....م.....محلے والے کیا سوچیں گے.....''

''مولوی صاحب.....'' میں نے اس آنکھوں میں جھانکا..... ''آپ بہت ظالم ہیں.....''

مولوی بوکھلا گیا..... ''وہ.....م.....میں.....'' الفاظ اس کے حلق میں پھنس گئے۔

میں نے بات جاری رکھی..... ''دیکھئے ناں.....کب سے آپ کو ملنے کے لیے تڑپ رہی تھی.....اور اب جب موقع ملا تو آپ ٹھکرا رہے ہیں.....'' میں نے مصنوعی ناراضی دکھائی۔

''م.....موقع.....ک.....کونسا موقع.....کیسا موقع.....؟؟؟'' مولوی کی ٹانگیں کانپنے لگیں اور مجھے یقین ہو گیا کہ مولوی کے ازدواجی تعلقات کی نوعیت پاکستان اور انڈیا والی ہے۔ میں نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور کہا..... ''میرا انتظار کرنا.....میں پھر آؤں گی.....'' اور باہر نکل آیا۔

☆☆☆

محنت تو ہر کام میں ہوتی ہے..... مولوی کو شیشے میں اتارتے اتارتے مجھے مسلسل تین ہفتے لگ گئے۔ اللہ نے کرم کیا اور مولوی پوری طرح میرے دام فریب میں آ گیا۔ مزے کی بات یہ تھی کہ ابھی تک کسی کو ہمارے معاشقے کا علم نہیں ہوا تھا۔

اسی دوران میری لائن چوہدری صاحب کے لڑکے اصغر سے سیٹ ہوگئی۔ بیک وقت دو محاذوں پر لڑنا میرے لیے ممکن نہیں تھا لہذا میں نے مولوی کو خدا حافظ کہنے کا فیصلہ کیا۔ ویسے بھی اب وقت آ گیا تھا کہ مولوی سے اگلے پچھلے سارے کھاتے چکا دیے جائیں۔

☆☆☆

اس روز بدھ تھا...... مغرب سے کچھ دیر پہلے میں وحشیانہ میک اپ کے ساتھ مولوی کے گھر پہنچا اور مخصوص انداز میں دروازہ کھٹکھٹایا۔ دروازہ بڑی آہستگی سے کھلا اور مجھے دیکھتے ہی مولوی کے پرنور چہرے پر محبت کی قوس وقزح بکھر گئی۔ اس نے تیزی سے میرا ہاتھ پکڑا اور اندر گھسیٹ کر دروازہ بند کر لیا۔

''دیکھئے...... کوئی شرارت نہیں ہوگی...... ہاں......!!!'' میں نے پیار بھرے غصے سے کہا اور مولوی جھوم اٹھا...... بولا!

''آج تو بہت غضب ڈھا رہی ہو...... بالکل مادھوری لگ رہی ہو...... کیا میں بھی انیل کپور لگ رہا ہوں......؟؟؟'' یہ کہتے ہوئے اس نے ایک خاص انداز سے آنکھیں مٹکائیں اور میرے پیٹ میں قہقہے ابلنے لگے...... اس کی اصلیت ظاہر ہونے لگی تھی۔

''میری جان...... میری مادھوری...... مجھے کب تک تڑپاؤ گی......؟؟؟'' اس کی آنکھوں سے تیتی برسنے لگی۔ لیکن فوراً ہی اس کی یہ مادھوری ''ادھوری'' رہ گئی جب اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔

مولوی اچھل پڑا...... اس کے ہاتھ پاؤں کانپنے لگے تھے۔

''کک...... کون ہے......؟؟؟'' اس نے کپکپاتے ہوئے پوچھا۔

''ارے مولوی صاحب...... مغرب کی نماز بہت لیٹ ہوگئی ہے اور آپ ابھی تک نہیں آئے...... دیکھئے سب نمازی آپ کو لینے آئے ہیں''...... باہر سے آواز آئی اور مولوی کی روح فنا ہوگئی...... محبت کے چکروں میں وہ مغرب کی نماز بھول گیا تھا۔

مجھے بھی اسی موقع کا انتظار تھا...... اس سے پہلے کہ مولوی کچھ کہتا...... میں نے چہرے پر نقاب کیا اور دروازے سے باہر آ گیا...... باہر بیس تیس نمازی کھڑے تھے...... اسی اثناء میں سامنے والی گلی سے مولوی کی بیوی بھی آ گئی۔ ایک جوان نقاب پوش لڑکی کو اپنے گھر کے دروازے سے نکلتے دیکھ کر وہ غصے سے پاگل ہوگئی۔

''کون ہو تم...... اور کیا کر رہی ہو میرے گھر میں؟؟؟''

میں نے پرس دائیں بازو میں لٹکایا...... محترمہ میری فکر چھوڑیے اور مولوی صاحب کی خبر لیجئے...... ان کا ازار بند ٹوٹ گیا ہے''...... میں نے اطمینان سے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا دوسری گلی میں نکل گیا۔

مجھے یہ تو معلوم نہیں کہ میرے اس جملے کے بعد وہاں کون سی جنگ برپا ہوئی...... ہاں البتہ اگلی صبح فجر کی اذان مولوی صاحب کی آواز میں نہیں تھی۔

☆☆☆

چوہدری صاحب کا لڑکا دو ہی ملاقاتوں میں مٹھی میں آ گیا..... تیسری ملاقات میں کہنے لگا۔

"سلطانہ! میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا....."

"کیوں..... میں آکسیجن ہوں.....؟؟؟"

"نہیں..... تم میری روح ہو....."

"میں تمہاری بدروح ہوں....."

"تم جو کوئی بھی ہو..... میری زندگی ہو..... میرے دل کا قرار ہو..... میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں"۔

مجھے اندازہ ہو گیا کہ اب شکار پوری طرح جال میں ہے..... میں نے رقت آمیز لہجے میں کہا..... "تم کیا سمجھتے ہو، مجھے تم سے محبت نہیں..... واللہ کیسے بتاؤں کہ ساری ساری رات جاگتی رہتی ہوں..... خوابوں میں بھی صرف تم ہی نظر آتے ہو..... لیکن کیا کروں میرے محبوب..... ابھی بہت سی مجبوریاں ہیں....."

"کیسی مجبوریاں؟؟؟" وہ تڑپ اٹھا۔

"وہی مجبوریاں جو سری دیوی کو تھیں..... یعنی..... میرے ہاتھوں میں نو نو چوڑیاں ہیں..... ذرا ٹھہرو، جن مجبوریاں ہیں....."

"میں سمجھا نہیں....." وہ سر کھجانے لگا۔

"آہ..... میرے محبوب..... میری لغت میں اس کا مطلب ہے کہ میرے ہاتھوں میں No No چوڑیاں ہیں یعنی دونوں ہاتھ خالی ہیں....." میں نے اپنے ہاتھ اس کے سامنے لہرائے اور شدت جذبات سے اس کے آنسو نکل پڑے۔

"میں..... میں تمہیں سونے کی چوڑیاں بنوا کر دوں گا..... بس دو دن صبر کرلو....."

ٹھیک دو دن بعد چوہدری صاحب کے گھر زبردست ڈاکا پڑا..... تجوری میں سے 50 ہزار نقد اور زیورات کے چار سیٹ اڑا لیے گئے..... اس ڈاکے کا افسوس میں نے چوہدری صاحب کے گھر جا کر اس کی بیگم سے کیا۔

☆☆☆

چھ ماہ کے اندر اندر ہمارے گھریلو حالات نمایاں طور پر بدل چکے تھے..... رنگین ٹی وی..... وی سی آر..... ڈش انٹینا..... واشنگ مشین..... ٹیلی فون..... قالین..... فریج اور دیگر چیزوں سے گھر دھڑا دھڑ بھرتا جا رہا تھا۔ میری دوستی بیک وقت آٹھ لڑکوں کے ساتھ چل رہی تھی جو شہر کے امیر ترین گھرانوں سے تعلق رکھتے تھے۔

اب ضرورت تھی کہ کسی اچھے سے علاقے میں کوئی اچھا سا گھر لیا جائے۔ میری اس خواہش کے احترام میں سیٹھ گنڈیری کے چھوٹے لڑکے نے اپنے پلے سے رقم خرچ کر کے مجھے ایک ہزار گز کا بنا بنایا خوبصورت بنگلہ گفٹ کر دیا..... عبداللہ جیولرز کے لڑکے نے سوزوکی کار لے دی..... اور اس طرح چند ہی روز میں ہم صاحب حیثیت ہو گئے۔ میری ماں مجھے بار بار فرقان سے شادی پر زور دے رہی تھی..... فرقان تمام لڑکوں میں سب

سے امیر کبیر اور شاہ خرچ تھا لیکن میں شادی وادی کے چکر میں نہیں پڑنا چاہتا تھا......ابھی تو مجھے بہت کچھ کمانا تھا......شادی کا مطلب تھا کہ اپنے پیروں پر کلہاڑی مارنا......اور مجھے اس کا کوئی شوق نہیں تھا۔

زندگی انتہائی عیاشیوں میں بسر ہو رہی تھی کہ اچانک...... مجھے الٹی آ گئی۔

☆☆☆

میں نے دو گولیاں ڈسپرین کی کھائیں اور اطمینان سے سو گیا...... پریشانی اس وقت ہوئی جب یہ سلسلہ ہر روز ہونے لگا۔

ایک دن میری ماں نے تاڑ لیا۔اس نے غور سے میری چال کو دیکھا اور سر پکڑ کر بیٹھ گئی، مجھے کچھ سمجھ نہیں آیا۔

''آخر وہی ہوا اماں جس کا ڈر تھا......''اس نے گہری سانس لی۔

''کیا ہوا اماں......کس کا ڈر تھا......؟؟؟''میں نے حیرت سے پوچھا۔

''کیا تجھے کچھ پتا نہیں......''اماں نے مجھے گھورا۔

''بالکل بھی نہیں......''میں نے سر ہلا دیا۔

''ہوں......''اماں کچھ سوچنے لگی......پھر ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولی کہ''......تو......!!!''

☆☆☆

اور میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے...... مجھے شدت سے خواہش ہوئی کہ کاش میں مر رہا ہوتا......آنے والے وقت کے خوف سے میری روح فنا ہوئی جا رہی تھی......جوں جوں وقت گزرتا جا رہا تھا...... میرا چلنا محال ہو رہا تھا...... میرا دماغ چکرانے لگا...... پتا نہیں کیا ہوگا...... یا اللہ یہ کس مصیبت میں ڈال دیا ہے...... میں نے رونا پیٹنا شروع کر دیا...... دن بدن خوف سے میرا خون خشک ہوتا جا رہا تھا...... اور...... ایسے ہی لمحات میں مجھے پیچا یاد آیا......!!!

☆☆☆

''خدا کے لیے پیچے...... مجھے بچا لو......''میں جاتے ہی پیچے کے قدموں میں گر گیا۔

''ارے......بی بی......ارے کون ہے تو......ارے چھوڑ میرے پاؤں......''وہ پریشان ہو گیا۔

''پیچے......تو بھی نہیں پہچانتا......میں تیرا یار ہوں......سلطان......''میں نے اسے جھنجھوڑا اور وہ اچھل کر دو فٹ دور ہو گیا۔

''ابے اب کیا لینے آیا ہے......بن گیا لڑکی......ہو گیا شوق پورا''۔

''پیچے......خدا کے لیے مجھے پیر صاحب کے پاس لے جا......میں لڑکا ہی بھلا......میرے باپ کی بھی توبہ......میں پھر کبھی لڑکی بننے کی فرمائش نہیں کروں گا......''میں رونے لگا۔

''ابے کیوں مروائے گا......پیر صاحب بڑے غصے میں ہیں......دونوں کی گردن اتروا دیں گے......''

"کوئی بات نہیں...... بے شک اتروا دیں...... وہ نہ ماریں گے تو مجھے پتا ہے میں نے ویسے ہی اس بوجھ تلے مر جانا ہے......" میں پیٹ پر ہاتھ رکھ کر چلایا۔

بچے نے غور سے میری پیٹ کی طرف دیکھا...... "اب فکر کیوں کرتا ہے...... تجھے اچھے والے ہسپتال میں لے جائیں گے......"

میں غصے سے کانپنے لگا...... "اے بد بخت دوست نما دشمن...... تو میرا مسئلہ حل کرنے کی بجائے اپنی جان چھڑا رہا ہے...... ٹھیک ہے...... آج سے ہماری دوستی ختم......" میں تیزی سے مڑا اور اسی لمحے بچے کی آواز میرے کانوں میں پڑی...... "ٹھیک ہے...... جیسے تمہاری مرضی...... کل چلے چلیں گے پیر صاحب کے پاس"۔

☆☆☆

پیر صاحب کو شاید میری آمد کی توقع نہیں تھی...... مجھے دیکھتے ہی وہ زور سے اچھلے...... پھر ان کی آنکھوں میں قہر کے آثار ابھر آئے۔

"آؤ آؤ......اب کیا بننے آئے ہو؟؟؟"

"پیر صاحب......!!!" میں جھٹ سے قدموں میں گر گیا...... مجھے معاف کردیں...... آپ کو خدا کا واسطہ مجھے پھر سے لڑکا بنا دیں......"

میری بات سن کر پیر صاحب کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی...... "کیوں...... تمہیں تو لڑکی بننے کا بہت شوق تھا......"

"بھاڑ میں گیا شوق...... یہ بھی کوئی زندگی ہے نہ نہر میں نہا سکتے ہیں، نہ کچھا پہن کر ورزش کر سکتے ہیں، نہ ٹنڈ کروا سکتے ہیں، نہ بنیان پہن کر بیٹھ سکتے ہیں اور نہ کھل کر گالیاں نکال سکتے ہیں...... لعنت ایسی زندگی پر...... میں باز آیا ایسے روپ سے...... آپ جو مانگیں گے میں دوں گا، مجھے اس عذاب سے نجات دلا دیں......"

پیر نے مسکرا کر مجھے دیکھا...... "اب تو تم سے صرف پیسہ ہی مانگا جا سکتا ہے...... بولو 10 لاکھ دے سکتے ہو؟؟؟"

میں بارہ لاکھ دینے کو تیار ہوں...... اور وہ بھی ایڈوانس......" میں نے جلدی سے کہا۔

"دیکھ لو......" پیر نے مجھے گھورا...... "کہیں پھر چکر نہ دے جانا......"

"نہیں پیر صاحب!......اب ایسا نہیں ہوگا...... میں پہلے پیسے دوں گا"۔

پیر نے کچھ دیر سوچنے کے بعد اثبات میں سر ہلا دیا۔ میرے اندر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ میں گویا پھر سے زندہ ہونے لگا تھا...... میں نے اگلے ہی روز بارہ لاکھ پیر صاحب کو پیش کر دیئے۔

☆☆☆

چلہ پھر سے شروع ہوا...... طریقہ کار وہی تھا...... پیر صاحب ہر گھنٹے بعد آتے اور پڑھے ہوئے پانی کے چھینٹے مارتے...... پھر منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتے ہوئے چلے جاتے۔

دسویں دن میرا جسم سخت ہو گیا...... اٹھارویں دن میرے سامنے والی چھتیں پھر خالی ہو گئیں...... بیسویں دن میری آواز بھاری ہونے

گی......اور اٹھیسویں دن مجھے بیہوش کر دیا گیا۔ٹھیک گیارہ دن بعد جب میری آنکھ کھلی تو سب کچھ بدل چکا تھا۔میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔اتنے میں پیر کمرے میں داخل ہوا۔اس کی آنکھوں سے عجیب سی خباثت ٹپک رہی تھی۔

''کہو......کیا حال ہیں......؟؟؟''اس نے مسکرا کر پوچھا۔

میں چارپائی سے اٹھا......اور اپنی چال پر نظر پڑتے ہی میرا خون کھول اٹھا......لیکن اب کیا ہو سکتا تھا......پیر نے اپنا انتقام لے لیا تھا......
میں نے غصے اور بے بسی سے پیر کی طرف دیکھا......مٹکتے ہوئے اس کے قریب آیا اور تالی بجا کر کہا......''وے تیرا ککھ نہ رہوے مرجانیاں......!!!''

☆☆☆

عبدل "بلبل"

عبدل میرا بڑا پرانا دوست ہے، آواز اچھی ہے لیکن اگر خاموش رہے تو اور بھی اچھی لگتی ہے۔ عبدل کا نام "بلبل" مشہور ہو چکا ہے۔ میں نے پوچھا "عبدل! لوگ تمہیں بلبل کیوں کہتے ہیں؟"

کہنے لگا..... "میری آواز بلبل سے مشابہہ ہے"۔

میں نے کہا..... "دھیان رہے بلبل نہ مذکر نہ ہے مؤنث"۔

میری بات سن کر عبدل کو کرنٹ لگا اور وہ اچھل کی باہر کی طرف بھاگا۔ دو دن بعد واپس آیا تو اس کے چہرے پر اطمینان ہی اطمینان تھا۔

میرے بولنے سے پہلے ہی بول اٹھا..... "بلبل مذکر ہوتا ہے....."

"اور اس کی مؤنث.....؟؟؟" میں نے فوراً پوچھا۔

اطمینان سے بولا..... "مسز بلبل....."

بلبل ایک ذہین سیاستدان بھی ہے..... لوگ کہتے ہیں کہ اس نے تو کبھی سیاست میں حصہ نہیں لیا، پھر وہ سیاستدان کیسے ہو گیا، میں کہتا ہوں، کیا یہ بات اس کے ذہین ہونے کی دلیل نہیں؟..... میں نے کئی دفعہ اس سے کہا ہے کہ سیاست کرلو..... لیکن وہ مانتا ہی نہیں..... کہتا ہے سیاست میں آنے کے بعد اگر خدانخواستہ وزیراعظم بن گیا تو میرے بیوی بچوں کا کیا بنے گا.....؟؟"

میں نے حیرانی سے کہا..... "لیکن تمہاری تو شادی ہی نہیں ہوئی....."

سر ہلا کر بولا..... "یہی تو کہہ رہا ہوں کہ وزیراعظم بن گیا تو نہ شادی ہوگی، نہ بیوی بچے آسکیں گے....."

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی..... بھارتی وزیراعظم واجپائی نے بھی تو بغیر شادی کیے وزارت عظمیٰ سنبھالی ہے....."

"اس کی بات اور ہے..... وہ شادی کر بھی لیتا تو اس نے کنوارہ ہی کہلانا تھا....." بلبل نے آہ بھر کر کہا۔

☆☆☆

میں بلبل سے اس لیے بھی محبت کرتا ہوں کہ اسے کبھی احساس کمتری نہیں ہوا۔ کوئی اسے بے عزت کر جائے..... مار جائے..... بیچ سڑک گالیاں دے دے..... منہ چڑا کر بھاگ جائے..... کیچڑ پھینک دے..... بلبل کبھی برا نہیں مناتا..... وہ کہتا ہے کہ میں نے برا منایا تو مزید بے عزت ہو جاؤں گا۔ بلبل کو سردیوں کی بجائے گرمیاں بہت پسند ہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ گرمیوں میں انسان درخت کی چھاؤں میں بیٹھ سکتا ہے..... بار بار نہا سکتا ہے۔ اس کی شدید خواہش ہے کہ کاش کبھی گرمیاں..... سخت سردیوں کے دنوں میں آئیں۔

ببل کی عمر 30 سے اوپر ہو چکی ہے لیکن وہ شادی کے نام سے ہی بھاگتا ہے۔ میں نے کئی دفعہ اس پہ مشکل حل کرنے کی کوشش کی لیکن وہ کہتا ہے کہ میں 50 سال سے پہلے شادی نہیں کروں گا۔ وجہ یہ بتاتا ہے کہ بڑھاپے میں شادی کرائی جائے تو انسان جوانی کی طرف آنے لگتا ہے۔

میں ببل کی شادی کے لیے دعا گو ہوں...... اگر آپ کے خیال میں ببل کے لیے کوئی رشتہ ہو تو ضرور بتایئے گا...... لیکن ایک بات یاد رہے کہ شادی بیس سال بعد ہی ہوگی۔

☆☆☆

محسن مگھیانہ کا حج

اطلاع ملی ہے کہ ہمارے بڑے پیارے اور معروف مزاح نگار محسن مگھیانہ صاحب حج پر جا رہے ہیں۔ مجھے حیرانی ہے کہ لوگ حج پر جاتے ہیں، مگھیانہ صاحب حج پر جا رہے ہیں۔ بہر حال میں خوش اس لیے ہوں کہ کچھ ہفتوں بعد میرے حصے میں بھی کھجوریں، آب زم زم اور ٹوپیاں آئیں گی۔ جو احباب ڈاکٹر محسن مگھیانہ سے مل چکے ہیں وہ یہ جانتے ہیں کہ مگھیانہ صاحب مونچھوں اور سر کے بالوں کے معاملے میں مالا مال ہیں، میں تو یہ سوچ سوچ کر مزے لے رہا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب ٹنڈ میں کیسے لگیں گے۔ حج کے موقع پر ٹنڈ کرانا ضروری ہوتا ہے۔ شائد اسی لئے امجد اسلام امجد سارا سال حج کی مبارکبادیں وصول کرتے رہتے ہیں۔

ڈاکٹر محسن مگھیانہ کا سفر حج اس لیے بھی قابل ذکر ہے کہ وہ ایک مزاح نگار ہونے کے ساتھ ساتھ ایک قابل ڈاکٹر بھی ہیں۔ ان کا "ہاؤس فل" وزیٹنگ کارڈ اس بات کا گواہ ہے کہ ان کی کتابوں اور ڈگریوں کی تعداد برابر ہے۔ وزیٹنگ کارڈ بانٹنے کے معاملے میں ڈاکٹر صاحب بہت کھلے دل کے مالک ہیں۔ باوثوق ذرائع کے مطابق اس وقت تک ان کے وزیٹنگ کارڈ کے دو سو سے زائد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں جو "ہاتھوں ہاتھ" لیے گئے۔ مجھے تو خطرہ ہے کہ کہیں ڈاکٹر صاحب غار حرا میں بھی اپنا وزیٹنگ کارڈ نہ چھوڑ آئیں۔ میاں صاحب کہتے ہیں کہ ڈاکٹر محسن مگھیانہ کو اصولی طور پر وہاں اپنا وزیٹنگ کارڈ دینا چاہئے جہاں شیطان کو کنکریاں ماری جاتی ہیں...... میں نے کہا اس سے بہتر نہیں کہ وہ خود جا کر امجد اسلام امجد کو کارڈ پیش کر دیں۔

کہتے ہیں ایک اندھے فقیر نے سڑک کنارے گزرتے ہوئے ایک آدمی سے ایک روپے کا سوال کیا۔

آدمی نے روپیہ دینے کی بجائے جھپٹا مار کر فقیر کا کشکول چھینا اور بھاگ کھڑا ہوا۔

فقیر نے گڑگڑاتے ہوئے آواز لگائی...... "حاجی صاحب! خدا کے لیے یہ ظلم نہ کریں......"

آدمی رک گیا...... واپس پلٹا...... کشکول فقیر کے ہاتھ میں دیا اور حیرت سے بولا...... "تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں حاجی ہوں......"

فقیر اطمینان سے بولا...... "ایسا ثواب کوئی حاجی ہی کما سکتا ہے......"

اللہ کرے جب محسن مگھیانہ حج سے واپس لوٹیں تو ہم بھی ان کی زیارت کریں۔ ویسے بھی حاجی لوگ تو پیر کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں۔ میرا ایک دوست جو ہر عربی بولنے والے کو پیر کا درجہ دیتا ہے ایک دفعہ چوبرجی کے قریب سے گزر رہا تھا کہ ایک عربی سے ملاقات ہو گئی۔ عربی صاحب کو غالباً باتھ روم جانا تھا...... انہوں نے عربی میں "بیت الخلاء" کا پوچھا۔

میرے دوست نے اتنی گاڑھی عربی سنی تو بے اختیار عقیدت سے لرزنے لگا اور عربی کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے بولا...... "سرکار ہماری

قسمت میں یہ اعلیٰ مقام کہاں......"

☆☆☆

کچھ دوستوں کا خیال ہے کہ محسن مگھیانہ صاحب حج سے واپسی پر مزاح نگاری چھوڑ دیں گے۔ میں نہیں مانتا...... کیونکہ وہ انسان ہی نہیں جو غلطی نہ کرے اور پھر محسن مگھیانہ تو مزاح بھی عبادت سمجھ کر لکھتے ہیں...... دوسروں کو ہنسانا عبادت نہیں تو اور کیا ہے اور ویسے بھی محسن مگھیانہ جتنا شریفانہ مزاح لکھتے ہیں اسے پڑھ کر یقین ہو جاتا ہے کہ عنقریب ان کی کتابیں "تاج کمپنی" سے شائع ہوا کریں گی۔

☆☆☆

وسیع......شاہ

مجھے پورا یقین ہے کہ وسی شاہ اگر شاعر نہ ہوتا تو امجد اسلام امجد ہوتا......وہ اکثر مجھ سے پوچھتا ہے کہ تمہاری امجد اسلام امجد سے کیا لڑائی ہے......اور میں ہمیشہ اسے بتاتا ہوں کہ میں امجد اسلام امجد سے لڑائی اس لیے بھی مول نہیں لے سکتا کہ اس طرح سے "ہندو مسلم" فسادات بھی جنم لے سکتے ہیں......اللہ جنت نصیب کرے، امجد اسلام امجد تو ہمارے ملک کے وہ پرائڈ آف پرفارمنس شاعر ہیں جن کے اکثر "اوزان خطا" ہو جاتے ہیں۔

وسی شاہ نے جب سے "کنگن" والی نظم لکھی ہے......وہ وسی سے "وسیع" ہو گیا ہے۔ اگر چہ "وسی" کا قافیہ بڑا خطرناک ہے، تاہم یار دوست اسے "لسی" سے آگے نہیں جانے دیتے۔ مجھے وسی سے اس لیے بھی محبت ہے کہ وہ "سی این جی دوست ہے"......دیر تک ساتھ چلتا ہے اور دھواں بھی نہیں دیتا۔ سگریٹ پیتا ہے لیکن صرف دھوئیں کے غرارے کرنے کے لئے۔ میوزک کا دل دادا......بلکہ دل نانا ہے......گاتے ہوئے بالکل بھی محسوس نہیں ہونے دیتا کہ وہ گا رہا ہے......یہ پہلا گلوکار ہے جو گھر کے صحن میں بھی ریاض کرے تو محلے والے ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں......"اللہ خیر کرے، اس گھر میں بڑی خاموشی رہتی ہے......"

وسی شاہ کو گانا بھی آتا ہے اور ہارمونیم بجانا بھی......تاہم وہ گانے سے زیادہ بجانے کا شیدائی ہے۔ حالانکہ بچے کا ابو ہے، لیکن ابو کا بچہ لگتا ہے......ہر واقف ناواقف کو آنکھ مارنا اس کی مجبوری ہے۔ عوام الناس میں اس کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ پچھلے ہی دنوں دوبئی کا ایک ٹرپ لگا کر آیا ہے۔

فنون لطیفہ کو اس نے اتنا استعمال کیا ہے کہ اب یہ فنون......"لطیفہ" لگنے لگے ہیں۔ وہ شاعر بھی ہے، اداکار بھی، موسیقار بھی، ڈرامہ نگار بھی اور......ہدایتکار بھی۔ لیکن ان سب باتوں کے علاوہ وہ ایک پبلشر بھی ہے۔ پبلشر بننا اس کی مجبوری تھی، کیونکہ اس کی کتاب ہٹ ہو گئی تھی۔ اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ وسی شاہ بہت شریف النفس بندہ ہے......لاحول ولاقوۃ......اپنا خیال فوراً بدل دیجئے......وہ تو ایسے ایسے لطیفے سناتا ہے کہ میرے 17 طبق روشن ہو جاتے ہیں......میرے زندہ دل دوستوں کی فہرست میں وسی نمبرون ہے۔ گفتگو کرنے میں وسی بڑا محتاط ہے، کوئی بھی جملہ بولنے سے پہلے اس کے تمام سیاق وسباق کا جائزہ لیتا ہے مثلاً اگر یہ سودا سلف لینے جا رہا ہو اور راستے میں کوئی دوست مل جائے تو اسے کبھی نہیں کہے گا کہ "میں سودا لینے جا رہا ہوں" بلکہ کچھ دیر سوچنے کے بعد کہے گا......"میں سامان لینے جا رہا ہوں"۔

وسی کو "محبت سے بہت محبت ہے۔ اپنی غزلوں اور نظموں میں بھی وہ محبت کا اظہار کرتا نظر آتا ہے۔ پشاور بھی جائے تو "محبت خان" سے ملے بغیر نہیں آتا۔ اسے گروہ بندی سے زیادہ صرف "بندی" پسند ہے۔ کنگن کے بعد اس کا ارادہ "گھنگھرو" پر نظم لانے کا ہے۔ اس کا پہلا مجموعہ کلام شائع ہوا تو میں نے پوچھا......"کیوں بھئی کچھ فروخت بھی ہوا؟؟؟"

اطمینان سے بولا......"ہاں! ایک کولر اور ایک سائیکل فروخت ہوا......"

☆☆☆

وصی شاہ ایک خوبصورت نوجوان ہے، عباس تابش تو ساڑھے تین سال اس کی شاعری کا دیوانہ رہ چکا ہے۔ اب شہزاد احمد بھی اس کی شاعری کے پرستار ہو رہے ہیں۔ وصی شاہ کو اپنے شاہ ہونے کا بھی بڑا مان ہے، اتنا زیادہ کہ "شاہ بلوط" کا نام بھی پورے احترام سے لیتا ہے۔ کبھی کبھی یہ اتنا شدید مذہبی بن جاتا ہے کہ بوٹ کے تسمے بھی کس کے نہیں باندھتا......کہتا ہے......"دین میں جبر نہیں......!!!"

سود کا بہت مخالف ہے، یہاں تک کہ وہ چیز بھی خریدنے سے انکار کر دیتا ہے جسے دوکاندار "سودمند" کہہ دے۔ وصی شاہ کو اپنی بیگم سے بہت پیار ہے جس کا اظہار وہ اکثر کرتا رہتا ہے...... میرا ایمان ہے کہ شاعروں کو بیگم سے محبت ضرور ہوتی ہے، بے شک وہ کسی اور کی بیگم کیوں نہ ہو۔ خواتین میں وصی شاہ کی کتاب اتنی زیادہ مشہور ہے کہ سنا ہے اگلا ایڈیشن جنرل سٹور پر بھی دستیاب ہوگا۔ یہ سچ ہے کہ وصی خواتین میں بہت مقبول ہے، کبھی کبھی تو مجھے یوں لگتا ہے جیسے یہ خواتین کا "اللہ ڈوایا" ہے۔ دعا کریں کہ کوئی "ڈاکٹر" اس اللہ ڈوایا سے ہاتھ نہ کر جائے...... آمین!!!

☆☆☆

میں ایک پامسٹ ہوں

میرے کئی دوست پامسٹ ہیں، اور اتنے بڑے پامسٹ ہیں کہ کئی لوگ "انہیں" ہاتھ دکھا" چکے ہیں۔ ان کے درمیان رہ رہ کر میں بھی چھوٹا موٹا پامسٹ بن گیا ہوں۔ لیکن میرے اور ان میں بہت فرق ہے۔ وہ ہاتھ دیکھ کر حالات بتاتے ہیں ..... میں حالات دیکھ کر" ہاتھ دکھاتا" ہوں..... ہم..... میرا مطلب ہے کہ میرے اور ان کے طریقہ کار میں ذرا فرق ہے۔ میں ہاتھ کی بجائے کسی بھی انسان کا سر دیکھ کر اس کے حالات کی پیشین گوئی کر سکتا ہوں۔ گذشتہ دنوں میں نے مختلف لوگوں کے سروں کا معائنہ کیا اور مختلف نتیجے اخذ کیے۔ آیئے میری اس تحقیق میں آپ بھی شرکت کیجیے!

امجد اسلام امجد

یہ وہ سر ہے جو" سراسر" ہے۔ میری تحقیق کے مطابق اگر امجد اسلام امجد اپنے سر پر روزانہ "پوچا" مارا کریں تو بہت جلد لاہور میں تیسرے ائرپورٹ کا اضافہ ممکن ہے۔ خوش نصیبی کی دیوی اکثر امجد اسلام امجد کے سر پر براجمان ہونے کی کوشش کرتی ہے لیکن "تلک" جاتی ہے۔ اگر وہ سر پر ایک اور ہیلمٹ پہن لیں تو مزید مالا مال ہو سکتے ہیں۔ نیز ان کے "ناخن" بھی واپس آ سکتے ہیں۔

بابر علی

اس کا سر" خود سر" ہے۔ لمبے بالوں کی وجہ سے قسمت کی دیوی ہمیشہ اسے اپنی بڑی بہن سمجھ کر نازل ہوتی ہے۔ میری تحقیق یہ کہتی ہے کہ اگر بابر علی اپنے بال تھوڑے اور بڑھا لے اور ہونٹوں پر ڈارک کلر کی سرخی لگائے تو فلموں میں کام کیے بغیر بھی راتوں رات کروڑ پتی بن سکتا ہے۔ اس کا لکی شہر "پشاور" ہے۔

طاہر القادری

آپ کے سر کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سر اس وقت" بے سروسامانی" کے عالم میں ہے۔ میری تحقیق کے مطابق اگر مولانا صاحب کرسی کی بجائے" آیت الکرسی" پر دھیان دیں تو ان کی عزت میں کئی گنا اضافہ ہو سکتا ہے۔ ان کے بالوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں وزیر اعظم سے زیادہ "قائد اعظم" بننے کا شوق ہے۔ اگر وہ واقعی ملک و ملت کے لیے کوئی اہم کارنامہ سر انجام دینا چاہتے ہیں تو انہیں اپنے اہل وطن کی بھلائی کے لئے فوراً سیاست چھوڑ دینی چاہیے۔

صدر بش

یہ وہ واحد ہستی ہے جن کا سر" سرپرائز" ہے۔ میں نے اس پر طویل تحقیق کی ہے لیکن ابھی تک یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ ایسا سر" انسانوں"

میں کیسے بھر رہا ہے۔ یہ ایک کثیر المقاصد سر ہے جس سے ایک نہیں کئی کام لیے جا سکتے ہیں۔ اگرچہ اس وقت یہ "سر کڑاہی میں" ہے لیکن میری تحقیق کہتی ہے کہ عنقریب کڑاہی اس کے سر کے اوپر ہوگی۔ یہ وہ سر ہے جس میں کسی بھی وقت کچھ بھی سما سکتا ہے۔ اس کے سر کے اندر کسی دور میں ایک چھوٹا سا دماغ بھی ہوتا تھا لیکن اب اس کی حالت بھی بہت خراب ہے۔ ویسے تو یہ سیدھا رہتا ہے لیکن مسلمانوں کا سنتے ہی الٹا ہو جاتا ہے۔

اسامہ بن لادن

یہ ایک "سرسراہٹ" والا سر ہے جو ہر خطرے کی بو پہلے ہی سونگھ لیتا ہے۔ یہ وہ سر ہے جو آج کل امریکہ کے لیے "دردِ سر" بنا ہوا ہے۔ میری تحقیق کے مطابق اس سر میں ایک عجیب سی روشنی بھری ہوئی ہے جو سارے دماغ کو منور کیے ہوئے ہے۔ یہ وہ سر ہے جو کٹ تو سکتا ہے، جھک نہیں سکتا...... یہ وہ سر نہیں جسے "سر کا خطاب" ملا ہو...... بلکہ یہ وہ سر ہے جو ظلم کے خلاف ہمیشہ "برسرِ پیکار" رہتا ہے۔

کولن پاول

یہ وہ سر ہے جو اوکھلی میں دیا جاتا ہے۔ اس سر کو میں نے جب بھی غور سے دیکھا، میرا احساس وقار پانے لگا...... یہ سر صرف نوبل پرائز لیتے وقت جھکتا ہے۔ بھیانہ قتل و غارت پر یہ سر گردن سے پونے تین فٹ اونچا ہو جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا منافق اور خطرناک سر ہے کہ اس کے قریب سے جوئیں بھی پردہ کر کے گزرتی ہیں۔

واجپائی

کئی پامسٹ یہ کہتے ہیں کہ یہ سر اندر سے خالی ہے...... لیکن میں ان سے متفق نہیں، کیونکہ میں نے بھوسے سے بھرے کئی ٹرک اس کے اندر جاتے دیکھے ہیں۔ اگر اس سر میں کافی تعداد میں بندوقیں اور توپیں بھی بھری ہوئی ہیں، لیکن ان سب کا رخ سر کی نچلی جانب ہے...... اس سر کے نیچے ایک عدد منہ بھی ہے، یہ وہ منہ ہے جس کے بارے میں لوگ کہتے ہیں...... "یار یہ کس منہ سے سامنا کرے گا"...... اس سر کا مطالعاتی جائزہ لیتے ہوئے مجھ پر انکشاف ہوا کہ پچھلے جنم میں یہ سر ایک میٹرک فیل "کھوتے" کا بھی رہ چکا ہے۔ اگرچہ پچھلے جنم سے اب تک اس سر میں کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی لیکن آثار بتاتے ہیں کہ یہ سر بہت جلد...... "سرنگوں"...... ہونے والا ہے۔

سید نور

اس سر کے بارے میں برملا کہا جا سکتا ہے کہ یہ "سر...... سید" ہے۔ ایک دفعہ کسی نے کہا کہ سید دوزخ میں نہیں جائیں گے۔ عمر شریف نے جواب دیا...... "ذاتی اعمال بھی کوئی چیز ہوتے ہیں"...... میری تحقیق کے مطابق اگر یہ سر کسی ایسی ہیروئین کے کندھے سے گریز کرے جس کے "سائے" سے "ماں" جھلکتی ہو تو کافی دیر تک سلامت رہ سکتا ہے۔

ریما

عموماً میں خواتین کے سر نہیں دیکھتا کہ کہیں ان پر ہاتھ ہی نہ رکھنا پڑ جائے تاہم کبھی کبھار ایسا موقع بن جاتا ہے کہ کوئی "خواتینی سر" بھی سامنے آ جاتا ہے۔ ریما کا سر ایک ایسا سر ہے جو شیخوں کا پسندیدہ سر ہے۔ اس سر کو "سر کرنا" اتنا ہی مشکل ہے جتنا بش کو کلمہ پڑھانا۔ میں نے ریما کے

سر کو غور سے دیکھا تو مجھے اس میں "لال حویلی" نظر آئی۔ میری تحقیق کہتی ہے کہ ریما اگر "لال حویلی" کو چھوڑ کر بابرہ شریف کے مشورے سے "ابوظہبی" میں "کاروبار" سیٹ کرے تو حقیقتاً راتوں رات امیر ترین بن سکتی ہے۔

قارئین جی!

یہ تھے وہ چند سر، جن کا میں نے اپنی تحقیقاتی لیبارٹری میں معائنہ کیا۔ اگر آپ بھی اپنے سر کا معائنہ کروانا چاہتے ہیں تو براہ کرم اپنا سر کاٹ کر مجھے سات روپے کے منی آرڈر کے ساتھ بھیج دیجئے۔ انشاءاللہ باری آنے پر آپ کے سر کا تفصیلی معائنہ کیا جائے گا۔

☆☆☆

مقابلے

فلم کی ایک مشہور ہیروئن نے دوران انٹرویو مجھ سے پوچھا..... "کیا میں مس ورلڈ بن سکتی ہوں؟"

میں نے کہا..... "بی بی..... سابقہ کارناموں کی بدولت تو آپ "مسز ورلڈ" بھی بن سکتی ہیں۔

"مس ورلڈ کے مقابلے کے بعد میری خواہش ہے کہ مسٹر ورلڈ کا بھی مقابلہ کرایا جائے اور اس میں باڈی بلڈنگ کی بجائے خوبصورت مردوں کو پیش کیا جائے"۔ یہ تجویز مجھے بھیجی ہے پشاور سے نسیم گل خان نے۔ خان صاحب آپ کی خواہش سر آنکھوں پر، لیکن کیا کروں کہ ایسے کسی بھی مقابلے کا اختیار مجھے نہیں دیا گیا۔ ویسے میرا ذاتی خیال ہے کہ ہر چیز کے مقابلے ہونے چاہئیں..... خوبصورتی کے..... بدصورتی کے..... چھوٹے قد کے..... لمبے قد کے..... ایسے مقابلوں کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ بعض اوقات محرومی بھی فخر کا باعث بن جاتی ہے۔ جہاں تک مسٹر ورلڈ کے مقابلے کا سوال ہے، یہ مقابلہ پشاور میں کرایا جائے تو ٹکٹ ہاتھوں ہاتھ نکل سکتے ہیں۔ ان مقابلوں کے لیے میرے پاس کچھ آئیڈیے ہیں۔ مثلاً!

گالیوں کا مقابلہ

اس مقابلے میں صرف ان لوگوں کو شامل کیا جائے جو گالی کے الفاظ اور انداز سے بخوبی واقف ہوں اور انعام کا حق دار بھی صرف اسے قرار دیا جائے جو ایسی گالیاں نکالے جنہیں سن کر دوسرا انسان شرم سے پانی پانی ہو جائے..... اس طرح سے وطن عزیز میں "پانی کی کمی" کو دور کیا جا سکتا ہے۔

فراڈی بازی کا مقابلہ

اس مقابلے میں شرکت کے لیے ملک کے چوٹی کے فراڈیوں کو دعوت دی جائے، اول انعام اسے دیا جائے جس نے کم سے کم عرصے میں زیادہ سے زیادہ فراڈ کیا ہو..... نیز جس کا فراڈ منظر عام پر بھی آ گیا ہو، نیب کو بھی پتا چل چکا ہو..... لیکن اسے سزا کی بجائے انعام کے طور پر ایک اور اعلیٰ سیٹ پیش کی جا چکی ہو۔ مجھے قوی یقین ہے کہ اگر یہ مقابلہ ہوا تو اس کا ایوارڈ "امجد اسلام امجد" کے علاوہ کسی کو نہیں جا سکتا۔

کٹ کتاریوں کا مقابلہ

اس مقابلے کی شرط یہ ہو کہ آپ کو جتنی مرضی کٹ کتاریاں کی جائیں، آپ نے ٹس سے مس نہیں ہونا۔ اس مقابلے میں "امپورٹڈ کٹ کتاروں" کو مدعو کیا جائے تاکہ واقعی درست فیصلہ ہو سکے کہ انعام کسے ملنا چاہیے۔ کٹ کتاریوں کے دوران یہ شرط بھی عائد کی جائے کہ شرکت کے خواہشمند دھوتی پہن کر نہیں آئیں گے، نیز کٹ کتاریوں کے درمیان چٹنے کی پوری اجازت ہوگی تاہم پیٹ کا بلنا فاؤل قرار پائے گا۔

نہانے کا مقابلہ

اس مقابلے کی خاص بات یہ ہوگی کہ اس میں اول انعام اسے دیا جائے گا جو کم سے کم پانی سے نہا کر دکھائے گا۔ اس طرح کا ایک مقابلہ ہم

نے اپنے فلیٹ فیلو کے مابین کرایا تھا، جو صاحب جیتے انہیں ایک ڈبہ پانی فراہم کیا گیا تھا...... جب وہ نہا کر نکلے تو بالٹی میں دو ڈبے پانی موجود تھا۔

کھوتا بننے کا مقابلہ

اس مقابلے میں امیدوار کو اپنی حرکات وسکنات سے ظاہر کرنا ہوگا کہ وہ کھوتے ہیں۔ اس کے لئے انہیں نہ صرف کھوتے کی آواز نکالنا ہوگی بلکہ کھوتے کا چال چلن بھی اپنانا ہوگا۔ تاہم کئی ناممکن شرائط اس مقابلے سے آؤٹ بھی کی جاسکتی ہیں۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ یہ مقابلہ واجپائی صاحب آسانی سے جیت سکتے ہیں...... انہیں تو کوئی محنت بھی نہیں کرنا پڑے گی۔

بے سُرا گانے کا مقابلہ

یہ سب سے اچھا مقابلہ ثابت ہوگا، جس میں اول انعام کا حقدار کسی بے سُرے کو قرار دیا جائے گا۔ یقیناً یہ ایک سخت اور کانٹے دار مقابلہ ہوگا، کئی امیدواروں نے تو ریاض بھی شروع کر دیا ہے۔ اس مقابلے میں سب سے زیادہ بے سُرے کو پی ٹی وی ایوارڈ کی تقریب میں خصوصی طور پر گانے کے لیے بلایا جائے گا...... نیز سرکاری سطح پر اس کا آڈیو البم بھی ریلیز کیا جائے گا جس کا نام ہوگا...... "لبہ جا سائیکل توں......"

بے وقوف بننے کا مقابلہ

اس مقابلے میں شریک ہر امیدوار کو اپنی حرکات وسکنات اور گفتگو سے ثابت کرنا ہوگا کہ وہ دنیا کا سب سے بڑا بے وقوف ہے۔ سعد اللہ شاہ یہ مقابلہ دیکھنے آنا چاہتا ہے لیکن میں بار بار اسے منع کر رہا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ مقابلے میں شرکت کیے بغیر ہی مقابلہ جیت جائے۔ ویسے بھی اب اسے یہ سیٹ چھوڑ دینی چاہئے ورنہ عباس تابش اس سے زبردستی بھی چھین سکتا ہے۔

خوشامد کرنے کا مقابلہ

یہ مقابلہ "TCS" کے تعاون سے منعقد کرایا جاسکتا ہے۔ مجھے پورا یقین ہے کہ اس مقابلے میں بڑے بڑے جگادری حصہ لیں گے۔ یہ واحد مقابلہ ہوگا جس میں اول انعام کسی ایک شخص کو نہیں بلکہ بے شمار افراد کو دیا جائے گا۔ عین ممکن ہے کہ اس میں اول انعام کا فیصلہ ہی نہ ہوسکے تاہم مجھے امید ہے کہ اگر یہ انعام مختلف شعبوں کی صورت میں دیے گئے تو پہلا انعام سرکاری ملازمین، دوسرا فلم انڈسٹری اور تیسرا ئی ہاؤس کو ملے گا...... البتہ "حوصلہ افزائی" کے تمام انعامات "اسلام آباد" کو ملنے کا امکان ہے۔

میں دعا گو ہوں کہ یہ مقابلے جلد از جلد منعقد ہوں تاکہ ملک میں "صحت مند" سرگرمیاں فروغ پاسکیں۔ میرے پاس مزید بھی مقابلوں کے آئیڈیے ہیں لیکن بتا اس لیے نہیں رہا کہ آپ نے کون سا اُن پر عمل کر لینا ہے۔

☆☆☆

انکشافات

☆ عورت کی عظمت کا اس سے بڑا ثبوت کیا ہوگا کہ ہیجڑے بھی عورت کے روپ میں ہی رہنا پسند کرتے ہیں۔

☆ وہ بیرون ملک گیا تو اپنی محبوبہ کو دن میں دو دو خط لکھا کرتا تھا، واپسی پر پتا چلا کہ محبوبہ نے ڈاکیے سے شادی کر لی ہے۔

☆ سگریٹ کی طلب ہو رہی ہو تو وہ اپنے دوست سے پوچھتا ہے کہ کیا تمہارے پاس سگریٹ ہے، اگر جواب ہاں میں ہو تو اپنی ڈبی نکال کر کہتا ہے...... "چلو پھر اپنا اپنا پیتے ہیں"۔

☆ جن میاں بیوی کی آپس میں کبھی نہیں بنتی، ان کے بچوں کی تعداد سب سے زیادہ ہوتی ہے۔

☆ پاکستان میں بچوں کی شرح پیدائش میں کمی ہو سکتی ہے اگر...... صابن پر ٹیکس ختم کر دیا جائے۔

☆ وہ اتنا کالا ہے کہ جب بھی کسی ہوٹل پر جا کر کہتا ہے کہ "کھانا لاؤ" تو آگے سے جواب ملتا ہے "پہلے کلمہ سناؤ"......

☆ اسے ہر وہ لڑکی پسند ہے جو لڑکی نہ ہو......!!!

☆ بے شمار جنگیں، اسلحے کی خرابی کی وجہ سے ہاری جاتی ہیں۔

☆ اسے کالی لڑکیاں اس لیے بھی پسند ہیں کہ وہ اسے کالا نہیں کہتیں۔

☆ وہ اتنا سست ہے کہ اس کے بس میں ہو تو اپنی نسل بڑھانے کے لیے بھی ملازم رکھ لے۔

☆ توبہ سے پہلے گناہ ضروری ہے۔

☆ اس نے حج کے موقع پر شیطان کو اس لیے بھی کنکریاں نہیں ماریں کہ کہیں جواب میں وہ اسے اینٹ نہ دے مارے۔

☆ دنیا میں پہلے مرغی آئی تھی...... انڈہ اس وقت آیا جب مرغا آیا۔

☆ منیر نیازی سے کسی نے پوچھا کہ امجد اسلام امجد کا شاعری میں کیا مقام ہے...... اطمینان سے بولے...... "وہی جو ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں میں مرزا غلام احمد قادیانی کا ہے"۔

☆ سعد اللہ شاہ اپنے متعلق اتنے دعوے کرتا ہے کہ مجھے خطرہ ہے کسی دن وہ "انسان" ہونے کا دعویٰ نہ کر دے۔

☆ ایک ہیجڑے نے کہا ہے کہ اگر میں الیکشن میں وزیر اعظم بن گیا تو جس جس کے گھر بچہ ہوگا، حکومت مفت ناچے گی۔

☆ وہ روتی ہوئی اتنی اچھی لگتی ہے کہ میرا جی چاہتا ہے جیسے ہی وہ چپ کرے، اسے ایک اور تھپڑ دے ماروں۔

☆ سڑک پر جاتی ہوئی لڑکی اگر آپ کا پھینکا ہوا محبت نامہ روز اٹھا لے اور کوئی جواب نہ دے تو سمجھ جائیں کہ وہ کاغذ اٹھانے والی ہے۔

☆☆☆

باتھ روم "رائٹرز"

وہ لوگ جو باتھ روم میں گانا گاتے ہیں انہیں "باتھ روم سنگر" کہا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے ایسے لوگ جو باتھ روم میں مختلف "انکشافات" لکھ آتے ہیں انہیں "باتھ روم رائٹرز" کہنا بالکل درست ہے۔ ملک کوئی سا بھی ہو، شہر کوئی سا بھی ہو، ہر جگہ پبلک باتھ رومز میں آپ کو "باتھ روم رائٹرز" کی تحریریں جا بجا نظر آئیں گی۔ یہ ایسے رائٹرز ہوتے ہیں جو ہمیشہ گمنام رہتے ہیں، ان کا کبھی مجموعہ کلام نہیں چھپتا، یہ کبھی اخبار میں نہیں چھپتے، یہ کبھی تقریب رونمائیاں نہیں کرواتے...... ان میں شاعر بھی ہوتے ہیں، مزاح نگار بھی...... اور حقیقت نگار بھی۔ بعض تو ایسے ایسے جملے لکھ جاتے ہیں جنہیں پڑھے بغیر باہر آنے کو جی نہیں چاہتا۔ مثلاً لاہور ریلوے اسٹیشن کے باتھ روم میں آج سے چند سال قبل ایک من چلے نے لکھ دیا...... "ظالمو! جلدی کرو...... قاضی آرہا ہے"۔

میری بڑی خواہش ہے کہ میں بھی بطور رائٹر کسی "باتھ روم کے لیے" ایسی کوئی "خدمت سرانجام دوں، لیکن کیا کروں ہر دفعہ جیب میں مارکر رکھنا بھول جاتا ہوں۔

جو لوگ "باتھ روم ریڈر" ہیں وہ بخوبی جانتے ہوں گے کہ "باتھ روم رائٹرز" بعض اوقات کیسا کیسا شاندار شعر تخلیق کرتے ہیں...... یہ جو اکثر لوگ پبلک باتھ رومز میں بڑی دیر بعد برآمد ہوتے ہیں ان میں سے 90 فیصد "باتھ روم ریڈرز" ہوتے ہیں اور اطمینان سے ساری دیوار بمعہ چھت پڑھ کر نکلتے ہیں۔ ویسے تو ان باتھ رومز میں نثری اور شعری دونوں اصناف سخن کی تحریریں دستیاب ہوتی ہیں، تاہم زیادہ مواد شعریت پر مشتمل ہوتا ہے۔ باتھ رومز میں بھی مشاعرے ہوتے ہیں، بس فرق اتنا ہے کہ یہاں ہر بندے کو کنڈی لگا کر کلام لکھنا ہوتا ہے۔ میں نے کئی ایسے باتھ روم دیکھے ہیں جہاں ہر دفعہ نئے سے نیا شعر لکھا ہوتا ہے۔ بعض لوگ ان باتھ رومز کے ذریعے خط و کتابت کا کام بھی لے لیتے ہیں۔ ساہیوال بس اسٹینڈ کے ایک باتھ روم میں دائیں طرف والی دیوار پر ایک صاحب نے لکھا...... "کیے کرائے پر پانی پھینکتے جانا"۔

دو دن بعد دوسری دیوار پر ایک نے لکھا...... "ماشکی کی اولاد لگتے ہو"۔

ایک ہفتے بعد پہلے والے نے لکھا...... "چلو انسان کی اولاد تو ہوں تمہاری طرح بندر تو نہیں"۔

دوسرے نے لکھا...... "مجھے بندر کہہ رہے ہو، میں نے تمہاری روٹی "کھی" ہے؟"

پہلے نے لکھا "تم روٹی کہاں کھاتے ہو تم تو گھاس کے جانور ہو، گدھے کے بچے!"

دوسرے نے لکھا...... "ٹھیک فرمایا ابا جان"۔

☆☆☆

قارئین جی!...... باتھ روم رائٹر کے "حوائج ضروریہ" میں یہ بات شامل ہوتی ہے کہ وہ ہر دفعہ کچھ نہ کچھ نیا تحریر کر کے آئے۔ عموماً باتھ روم

رائٹرز پکڑے نہیں جاتے، لیکن اگر کوئی بھتے چڑھ جائے تو اگلے پچھلے تمام "کلام" اسی پر ڈال دیئے جاتے ہیں۔ مختلف ممالک کے باتھ روم رائٹرز کی تحریریں ان کی ثقافت کی بھی غماز ہوتی ہیں، آیئے دیکھتے ہیں کہ مختلف ممالک کے باتھ روم رائٹرز باتھ روم میں کیا لکھنا پسند کرتے ہیں۔

پاکستانی	ہمت مرداں، مدد خدا......
ہندوستانی	ڈبل سواری منع ہے......
بنگلہ دیشی	آج کا کام کل پر مت ڈالو......
عربی	تمت بالخیر......
انگریزی	Something is better than nothing.
امریکی	(امریکی کچھ لکھنے کی بجائے تصویر بنانا زیادہ پسند کرتے ہیں)

☆☆☆

میں نے میاں صاحب سے پوچھا کہ باتھ روم میں لکھنے کے لئے سب سے ضروری چیز کیا ہے؟

اطمینان سے بولے...... "باتھ روم"

قارئین!...... باتھ روم میں لکھے "کلام" میں بے شک گالیاں بھی ہوتی ہیں لیکن یہ بات آپ کو بھی ماننا پڑے گی کہ بسا اوقات بڑا کمال کا جملہ بھی پڑھنے کو مل جاتا ہے۔ جب سے "ڈائیو" کمپنی نے انٹرکنڈیشنڈ ٹرمینل بنائے ہیں، میں تو "باتھ رومی جملے" پڑھنے کے لئے ترس گیا ہوں۔

اللہ بھلا کرے "نیو خان" کا جن کی بدولت میرے جیسے لوگوں کی دل پشوری ہو رہی ہے۔

باتھ روم رائٹرز کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ اور تو اور...... اب تو یہ لوگ جہازوں کے باتھ روم میں بھی اپنے جوہر دکھانے لگے ہیں۔ پی آئی اے کی ایک لوکل فلائٹ میں حسن جہانگیر کا یہ گیت لکھا ہوا پایا گیا...... "ہوا ہوا اے ہوا...... خوشبو لٹا دے"۔

بھوجا ائیر کی فلائٹ میں کسی نے لکھا...... "یہاں ہر انسان اکیلا آتا ہے اور اکیلا ہی جاتا ہے"۔

☆☆☆

مجھے امید ہے کہ باتھ روم رائٹرز اپنا "مشن" جاری رکھیں گے تا کہ ٹوٹتے ہوئے ادبی سلسلے کو برقرار رکھا جا سکے۔ تاہم میں اپنے ان رائٹر بھائیوں سے گزارش کروں گا کہ جو کچھ بھی لکھیں، ذرا خوشخطی سے لکھا کریں کیونکہ بعض اوقات تحریر پڑھنے میں اتنی دیر ہو جاتی ہے کہ باہر والا دروازے کو دولتیاں مارنا شروع کر دیتا ہے۔

باتھ روم رائٹرز کے نام اپنا تازہ شعر!

ہر طرف گھوم گھوم جاتا ہوں
جب کبھی باتھ روم جاتا ہوں

☆☆☆

دیسی بابے

پاکستان بابوں کے معاملے میں خود کفیل ہے۔ یہاں کے چھابے، کھابے اور بابے پوری دنیا میں مشہور ہیں۔ بابا اسے کہتے ہیں جس کی عمر 70 سال اور دل 25 سال کا ہو۔ ہمارے بابے مشہور پرانی خوراکیں کھاتے ہیں، جیسا کہ ابھی کل میں نے ایک بابے کو دیکھا جو دو دن پرانی روٹی کھا رہا تھا......!!!

ہمارے بابے عمر کے آخری ایام میں بھی لڑکیوں کو چھیڑنے سے باز نہیں آتے، میں نے ایک "لڑکی چھیڑ" بابے سے پوچھا کہ "بزرگو! آپ کی تو ٹانگیں قبر میں ہیں"۔

آنکھ مار کر بولا...... "منہ تو باہر ہے ناں!"

اصل میں ہمارے بابے صرف نام کے بابے ہوتے ہیں۔ حقیقت میں تو ان جیسا جوان اکھاڑے میں بھی نہیں مل سکتا۔ یہ بابے اپنی بزرگی کا پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہیں، ویگن میں بے دھڑک نوجوان لڑکی کے ساتھ جا بیٹھتے ہیں۔ شادی بیاہ میں ایک سے ایک لڑکی کی بلائیں لیتے ہیں...... اور تو اور...... اکثر بابے اپنی بیماری اس وجہ سے بھی طویل کر لیتے ہیں کہ ہسپتال میں ان کی خدمت پر مامور نرس خاصی خوش شکل نکلتی ہے۔

ایک بابا جی سخت سردی میں رات کے وقت پانی گرم کر رہے تھے، کسی نے وجہ پوچھی تو بولے! "بیٹے...... یا نہا لوں گا، یا وضو کر لوں گا"۔

☆☆☆

جو لوگ بابے ہیں وہ میری بات سے اتفاق کریں گے کہ بابا بننا بھی کسی انعام سے کم نہیں۔ بابا بننے کا یہ فائدہ کیا کم ہے کہ آپ کو نہ نوکری کرنا پڑتی ہے، نہ گھر کا سودا سلف لانا پڑتا ہے اور نہ بچوں کی تعلیم کی فکر۔ بابوں کو صرف اور صرف اس بات کا فکر ہوتا ہے کہ ان کا حقہ تازہ ہو گیا ہے یا نہیں...... دوسرے محلے میں اس ہفتے کتنے بابے فوت ہوئے...... کون سی گاڑی کا ٹائم ٹیبل تبدیل ہو گیا ہے...... سیون اپ کی بوتل پینے سے ڈکار کیوں نہیں آیا...... بڑے بیٹے کا اپنی بیوی سے کیا جھگڑا ہوا ہے...... اس دفعہ قبرستان میں آنے والی میت عورت کی ہے یا مرد کی......!!!

بابے ہونے کی صورت میں ہر کوئی آپ کو شادی بیاہ کے معاملات میں شامل رکھتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ایسے معاملات میں بابوں کی ایک نہیں چلنے دی جاتی۔ شادی والے گھر میں مہمان بابوں کو ساتھ والے خالی گھر میں چارپائیاں ڈال دی جاتی ہیں جہاں وہ حقہ پیتے ہیں، سوتے ہیں اور آنے جانے والے بچوں سے معلومات لیتے رہتے ہیں کہ کھانا تیاری کے کس مرحلے میں ہے۔ عموماً لوگوں کا خیال ہے کہ بابے بہت زیادہ بولتے ہیں...... ایسی بات نہیں، ہمارے بابے تو بہت "بیبے" ہوتے ہیں۔ یہ صرف اسی وقت ہی بولتے ہیں جب انہیں پتا ہو کہ سننے والا ان کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ ہمارے بابے کہتے ہیں کہ ان کا دور بہت اچھا تھا اور اس دور میں وہ کسی لڑکی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا کرتے تھے حالانکہ اگر ان

کے پرانے دور کا جائزہ لیا جائے تو بندہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ آخر بابا جی اپنے جوانی کے ایام میں اپنے ہمسائیوں کے گھر کا کام بھاگ بھاگ کر کیوں کیا کرتے تھے۔ ان بابوں نے یہ بات مشہور کر رکھی ہے کہ اگر کسی لڑکی کی طرف توجہ نہ دی جائے تو وہ خود بخود آپ کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ یہ سراسر دھوکا ہے...... اس کا اندازہ مجھے اس وقت ہوا جب میں نے اپنی ایک کلاس فیلو کو بالکل نظر انداز کر دیا...... جواب میں اس نے مجھے جوتے کی نوک پر لکھا اور میرے دشمن کے ساتھ پینگیں بڑھالیں۔

بابوں کے ساتھ اگر بدقسمتی ہوتی ہے تو وہ صرف یہ کہ اکثر ایسے بابوں کی نوجوان بیویاں انہیں روتا چھوڑ کر بھاگ جاتی ہیں۔ ہمارے محلے میں ایک 80 سالہ بابے نے ایک 24 سالہ لڑکی سے شادی رچالی...... ٹھیک دو دن بعد دلہن بمعہ زیورات غائب ہوگئی۔ سیانے کہتے ہیں کہ جو شادی تین دن چل جائے وہ تین سال چلتی ہے...... جو تین سال چل جائے وہ تیس سال چلتی ہے اور جو تیس سال چل جائے وہ ساری زندگی چلتی ہے۔ بابے کی بدقسمتی کہ اس کی شادی تین دن بھی نہ چل سکی۔ یہ بابا جی بذاتِ خود حکیم بھی تھے، بھلا وہ حکیم کیا جس کی اپنی بیوی بھاگ جائے، حکیم تو وہ کہلاتا ہے جو دوسروں کی بیویاں بھی بھگا لے جائے۔ ممکن ہے بابے نے دلہن کو "سفوفِ محبت" پلانے کی کوشش کی ہو...... میرے علم کے مطابق یہ سفوف اثر تو کرتا ہے لیکن اس کے نتیجے میں محبت کسی اور سے ہو جاتی ہے۔

اللہ کرے کہ ہمارے ملک کے بابوں کی زندہ دلی اسی طرح قائم رہے کیونکہ اب جوان بوڑھے ہوتے جا رہے ہیں اور بوڑھے جوان۔

☆☆☆

نذیر......ناں......جی

آپ ملک کے مایہ ناز کالم نگار ہیں..... نواز شریف کے دور میں آپ کالم نگار تھے، لیکن فوجی حکومت آتے ہی آپ نے پیشہ بدل لیا۔ آپ کو لفظ "پیشہ" سے بڑی چڑ ہے اس لیے جہاں جہاں بھی "پیشہ" استعمال کرنا ہو وہاں..... "دھندہ" کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ آپ نواز شریف کے..... "ساتھی"......رہ چکے ہیں۔ آپ کی تعلیم "ایویں اردو" ہے۔ قد 22 چپے...... وزن 20 کلو میٹر...... شکل کے اعتبار سے آپ عالم لوہار کی ساس لگتے ہیں۔ سچ لکھنے میں آپ کا کوئی ثانی نہیں، سچ لکھ لکھ کر آپ کے پاؤں گھس گئے ہیں..... آپ کی سچ بیانی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ آپ اپنا نام لکھتے ہوئے بھی جھوٹ نہیں بولتے۔ آپ کے نام میں "ناں" اس وقت شامل ہوا جب آپ نے ہر کسی کو "ہاں" کہنا شروع کیا۔ آپ بڑے منکسر المزاج ہیں۔ چونکہ "اکادمی ادبیات" بالکل ٹھیک لکھ لیتے تھے اس لیے اکادمی ادبیات کے چیئرمین بنا دیے گئے۔ لوگ یونہی کہتے ہیں کہ آپ میٹرک فیل ہیں حالانکہ آپ میٹرک فرسٹ ڈویژن ہیں۔ "ٹھنگو اور برف" کے شیدائی ہیں۔ دنیاداری سے اتنی نفرت ہے کہ ہر وقت دنیا سے غافل رہتے ہیں۔ چینی اور مرغا کی قیمتیں بڑھنے سے آپ کو کوئی فرق نہیں پڑتا، آپ کو تو اس وقت فرق پڑتا ہے جب 600 کی بوتل 900 میں ملتی ہے۔ آپ کو اپنے نام کا بھی بڑا فائدہ ہے، اکثر نذیر قیصر کے "کوٹے" سے بوتل نکلوا لیتے ہیں۔

رنگ ایسا ہے کہ کالوں میں کھڑے ہوں تو گورے لگتے ہیں اور گوروں میں کھڑے ہوں تو کالے۔ لوگ کہتے ہیں کہ آپ پیٹ کے بہت ہلکے ہیں۔ یہ بھی غلط ہے، آپ کا پیٹ تو اتنا بھاری ہے کہ جس گاڑی میں آپ تین چار دفعہ بیٹھ جائیں، اس کے ڈولے نکل آتے ہیں۔

آپ کو سیاستدانوں سے دوستیوں کا بہت شوق ہے۔ ہر دوسرے سیاستدان...... بلکہ ہر دوسرے درجے کے سیاستدان سے آپ کی علیک سلیک ہے۔ اگرچہ آپ ورزش نہیں کرتے، پھر بھی قلابازیاں لگانے میں آپ کا کوئی ثانی نہیں...... آپ کی قلابازیاں دیکھ دیکھ کر بہت سے بندوں نے احتراماً استعفے دے دیے ہیں۔ آپ ایک حکومت ختم ہوتے ہی قلابازی لگا کر دوسری حکومت کی شان میں مدح سرائی شروع کر دیتے ہیں۔ آپ کی مدح سرائی اتنی شاندار ہوتی ہے کہ آپ پر نوٹوں کی بارش ہو جاتی ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ آپ کے دوست آپ کو بہت نوازتے ہیں...... یہ درست ہے..... کیونکہ آپ تو دوست ہی اس کو بناتے ہیں جو "نواز" سکتا ہو۔ فوجی حکومت سے آپ کو بہت سی شکایات ہیں مثلاً یہ کہ آپ کو اکادمی ادبیات کی چیئرمین شپ سے کیوں الگ کیا گیا..... حالانکہ آپ شوقین مزاج ادیبوں شاعروں کے لیے خصوصی "پرمٹ" کا اجراء کروانے والے تھے۔ آپ نے ادیبوں کی اتنی خدمت کی ہے کہ ادیب آپ کو ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔

آپ کا ایک کارنامہ یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنے دورِ اقتدار میں شاعروں ادیبوں کی مفت انشورنس کرائی حالانکہ آپ کو سب سے پہلے اپنی

انشورنس کرانا چاہیے تھی۔ پتا چلا ہے کہ آج کل آپ پرانے دنوں کو یاد کرتے ہیں اور مکیش کی آواز میں لتا کے گیت سنتے ہیں۔ نذیر...... ناں جی صاحب! تسلی رکھیے...... اگر وہ دن نہیں رہے تو...... "جائیں گے یہ بھی نہیں"۔

☆☆☆

دھوتی اور گرمی

بھارت کے ایک شہر میں وکیلوں کو دھوتی باندھ کر "پریکٹس" کی اجازت دے دی گئی ہے۔ اللہ جانے یہ وکیل کیسے بن گئے، انہیں تو آدھا حق ہونا چاہیے تھا۔ ہمارے ہاں کے وکیل تو گرمیوں میں بھی کوٹ نہیں اتارتے۔ لگتا ہے بھارت کے وکیل زیادہ گرمی برداشت نہیں کر پاتے۔ میں تو یہ سوچ کر پریشان ہو رہا ہوں کہ اگر بھارت میں گرمی کے ساتھ ساتھ حبس بھی بڑھ گیا تو......؟؟؟

ہمارے ہاں گرمیوں میں وکیل جو کوٹ پہنتے ہیں اسے "ٹھنڈا کوٹ" کہا جاتا ہے......اور غالباً یہ واحد کوٹ ہے جس پر کوئی "کوٹ فیس" نہیں لگتی۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے وکیلوں نے دھوتی باندھنے کی اجازت نہیں مانگی۔ اگر میں انڈیا میں عدالت کا جج ہوتا تو دھوتی پہننے والے وکیلوں کے حق میں فیصلہ دینے کے ساتھ ساتھ یہ حکم بھی سناتا کہ مقدموں کے سماعت کے دوران عدالت کے پنکھے بند رکھے جائیں۔

دھوتی پہننے کا رواج بڑا پرانا ہے۔ میاں صاحب بھی بڑے شوق سے دھوتی باندھتے ہیں......چونکہ سوتے میں اکثر وہ دھوتی کو بطور کمبل بھی استعمال کر لیتے ہیں اس لیے انہوں نے کسی ممکنہ حادثے سے بچنے کے لئے اپنی دھوتی کو زپ لگوا لی ہے۔

ہمارے ہاں کی گرمی بھی کوئی کم جان لیوا نہیں ہوتی......گرمیوں میں لوگوں کے چڑچڑے پن کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ سڑک پر کھڑے بس کا انتظار کر رہے ہوں تو لگتا ہے کہ دشمن کا انتظار کر رہے ہیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ طبیعت کی یہ گرمی موسم کی وجہ سے کم اور جیب کی وجہ سے زیادہ ہوتی ہے......اگر آپ کی جیب میں پیسے ہوں......مکان کا کرایہ......بجلی کا بل......پانی سوئی گیس کا بل......بچوں کے سکول کی فیس......یہ سب ادا ہو چکے ہوں تو پھر دیکھئے کہ آپ دھوپ میں بھی کیسے مسکراتے ہیں۔ میرا تعلق تو ویسے بھی گرم ترین علاقے "ملتان" سے ہے۔ جس کے بارے میں مشہور ہے کہ گرمیوں میں وہاں برف کو بھی "پت" نکل آتی ہے۔

اللہ کرے کبھی گرمیاں سخت سردیوں میں آئیں تا کہ لوگ سکھ کا سانس لے سکیں ورنہ سنا ہے کہ بی اور نواب شاہ میں اتنی زیادہ گرمی پڑتی ہے کہ مرغیاں بھی ابلا ہوا انڈہ دیتی ہیں۔ میں نے میاں صاحب سے پوچھا کہ گرمیوں میں گرمی کم کرنے کے لئے کیا کرنا چاہیے؟

اطمینان سے بولے......"سردیوں کا انتظار"۔

جناب سردیوں کا انتظار تو میں دسمبر میں ہی شروع کر دیا کرتا ہوں لیکن آپ کو ماننا پڑے گا کہ اب سردیاں اتنی مختصر ہو گئی ہیں کہ بازار جرسی خریدنے جائیں تو واپسی پر سردیاں رخصت ہو چکی ہوتی ہیں۔ یہ جو گرمیاں روز بروز طول پکڑ رہی ہیں یہ کوئی اچھی علامت نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ بھارت میں وکیل شدید گرمی سے گھبرا کر دھوتی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں اور کچہریوں میں لکھوانا پڑ جائے!

"خبردار!......وکیل دیکھنا منع ہے"

☆☆☆

شیروانی اور کوٹ

لاہور ہائی کورٹ نے ایک رٹ سماعت کے لیے منظور کی جس میں مؤقف اختیار کیا گیا کہ جنرل ضیاء الحق کے دور میں اعلیٰ عدلیہ کے ججوں کا رعب اور دبدبہ ختم کرنے کے لیے ان کی یونیفارم جو کہ کوٹ، پینٹ اور نکٹائی اور مخصوص وگ پر مشتمل تھی، ختم کر کے شیروانی اور ٹوپی میں تبدیل کر دی گئی لہٰذا پرانی یونیفارم واپس لائی جائے۔

میں تاحال یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ شیروانی پہننے سے کسی کا رعب و دبدبہ کس طرح ختم ہو جاتا ہے۔ اگر ایسی بات ہوتی تو فوجی حکمران وردی کی بجائے شیروانی میں سامنے نہ آتے۔ اگرچہ مجھے شیروانی پہننے کا "دلچسپ اتفاق" نہیں ہوا لیکن میں اس کیفیت کو بخوبی محسوس کر سکتا ہوں جو شیروانی پہننے کے بعد طاری ہوتی ہو گی۔ شیروانی کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ "شیروانی" صرف لباس کا ہی نہیں بلکہ کئی لوگوں کا بھی نام ہے۔ اگر کوٹ پینٹ کی اہمیت ہوتی تو یقیناً کسی نہ کسی کا نام "چوہدری پینٹ کوٹ" بھی ہوتا۔

شیروانی کے فائدے کوٹ پینٹ سے کہیں زیادہ ہیں، میں کئی ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو مجھ سے اچھا کوٹ پینٹ بھی پہن لیں پھر بھی ان کا چہرہ "رعب زدہ" رہتا ہے۔ شیروانی کا یہ فائدہ کیا کم ہے کہ کسی بھی "ایمرجنسی" کی صورت میں اس کے نیچے صرف جرابیں بھی پہنی جا سکتی ہیں۔ شیروانی پر اعتراض کرنے والوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اگر کوٹ پینٹ میں نکٹائی کی وجہ سے گردن اکڑی رہتی ہے تو شیروانی کا آخری بٹن بھی یہی فریضہ سرانجام دیتا ہے۔ آپ بھی شیروانی کا آخری بٹن بند کر کے گول گپے کھا کر دکھائیں......!!! بلکہ میں نے تو کئی ایسی شیروانیاں بھی دیکھی ہیں جن کا آخری بٹن گردن کو اتنا سخت رکھتا ہے کہ ایسے عالم میں صرف "گلوکوز" کی بوتل ہی پی جا سکتی ہے۔ شیروانی کی جیبیں بھی بہت بڑی ہوتی ہیں اگرچہ کوٹ کی اندرونی طرف بھی خفیہ جیبیں ہوتی ہیں لیکن ان کی وجہ سے لوگ رعب کم اور خوف زیادہ کھاتے ہیں۔ شیروانی کی جیب میں ہاتھ ڈالا ہو تو دیکھنے والے کو لگتا ہے جیسے ابھی ہاتھ باہر آئے گا تو اس میں سرکاری حکم نامہ ہو گا...... جبکہ کورٹ کی اندرنی جیب میں ہاتھ ڈالا ہو تو دیکھنے والے کو یقین ہو جاتا ہے کہ اب ریوالور آیا کہ آیا۔

شیروانی کا ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ اسے "وردی" کے اوپر بھی پہنا جا سکتا ہے جبکہ کوٹ پینٹ پہننے کی صورت میں وردی صاف نظر آتی رہتی ہے۔ شیروانی اس لیے بھی ایک اعلیٰ لباس ہے کہ آپ نے کسی غریب کو کم ہی شیروانی پہنے دیکھا ہو گا...... لنڈا بازار میں بھی آپ کو کہیں سیکنڈ ہینڈ شیروانی نظر نہیں آئے گی...... اور تو اور...... شیروانی صاحب نے بھی شاید ہی کبھی شیروانی پہنی ہو...... لہٰذا تسلیم کیا جانا چاہیے کہ شیروانی سے رعب اور دبدبے میں اضافہ ہوتا ہے۔

شیروانی تو ایک طرح کا حکومتی یونیفارم ہے، شیروانی کے بغیر وزیر ایسے لگتا ہے جیسے سہرے کے بغیر دولہا...... میرے جیسے کئی لوگ سمجھتے ہیں

کہ شیروانی بہت سستی مل جاتی ہے۔ جناب یہ آپ کی خام خیالی ہے ورنہ شیروانی کی سلائی اتنی زیادہ ہے کہ اتنے میں کوئی چھوٹا موٹا ورلڈ ٹریڈ سنٹر بن سکتا ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ شیروانی کی ریٹ لسٹ روزانہ خبرنامے کے بعد دکھایا کرے تاکہ لوگوں کو اندازہ ہو سکے کہ اگر لباس اتنا قیمتی ہے تو اس میں رہائش رکھنے والی شخصیت کتنی نادر ہو گی۔ مجھے الہام ہوا ہے کہ اس طرح کی تشہیر سے شیروانی کے رعب میں مزید اضافہ ہو گا۔ انشاءاللہ!

☆☆☆

ختم شد